May 2025 مئی

ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad
ISSN: 2581-9216

خصوصی شمارہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا محمد غلام وستانوی صاحبؒ

پیدائش: 01, June 1950 وفات: 04, May 2025

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

قیمت: -/50 روپے

www.shibliinternational.com

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

Issue: 87 شمارہ: Vol: 8 جلد: May 2025 مئی

ISSN: 2581-9216

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابوہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	20/-
سالانہ:	220/-
رجسٹرڈ ڈاک:	350/-
بیرونی ممالک:	50/- امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری
پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام
پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشاد الحق مدنی
ڈاکٹر نادر المسدوسی۔ الحاج سید عظمت اللہ بیابانی
مولانا محمد مساعد ہلال احیائی۔ اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی
ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو
ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی
ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی۔ ڈاکٹر نوری خاتون
ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔
مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی
ابوہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	**اپنی بات**	ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	اعمال کی قبولیت کے شرائط الٰہی	مولوی حبیب الرحمٰن	۷
۴	**نعت رسول مقبول**	رہبر پرتاپ گڑھی	۹
۵	مولانا غلام محمد وستانوی-اس کی امیدیں قلیل،اس کے مقاصد جلیل!	نایاب حسن	۱۰
۶	**نظم**	ایم۔اے۔ایس فیضانی	۱۱
۷	خادم قرآن کی رحلت،مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی وفات	مفتی عبیداللہ شمیم قاسمی	۱۲
۸	وہ ہند سرمایہ ملت کا نگہبان-آہ!مولانا غلام محمد وستانوی	مرزا عبدالقیوم ندوی	۱۵
۹	**غزل**	اقبال درد	۱۶
۱۰	حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ:ایک عہد ساز شخصیت	شاہنواز بدر قاسمی	۱۷
۱۱	علم و عمل کے آفتاب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحبؒ	سراج الدین ندوی	۱۹
۱۲	قربانی:مادی فوائد اور سماجی اثرات	ڈاکٹر محمد اعظم ندوی	۲۱
۱۳	**غزل**	بسمل صابری	۲۴
۱۴	حیدرآباد دکن عرصۂ قدیم سے ہی علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے	سید نوید جعفری	۲۵
۱۵	اسلام،امن و سلامتی کا سب سے بڑا داعی،ظلم اور دہشت گردی کا سب...	مفتی امداد الحق بختیار قاسمی	۲۹
۱۶	مقابلہ حسن یا نسوانیت کی نیلامی؟	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۳۳
۱۷	**فُرقت غم**	حافظ و قاری ولی محمد زاہد ہریانوی	۳۶
۱۸	ریاض میں تنظیم''اظہار''کے زیر اہتمام ممتاز اسلامک اسکالر مسٹر نعیم جاوید..	مجید عارف نظام آبادی	۳۷
۱۹	حیدرآباد میں اردو صحافت،ادب اور تاریخ کا خوبصورت امتزاج	ڈاکٹر سید حبیب امام قادری	۳۸
۲۰	اسلم فرشوری کو صدیوں یاد رکھا جائے گا	ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی	۴۰
۲۱	مولانا محمد عثمان ساحر مردم شناس رجال ساز تھے،شعر و ادب کا فکر محبت رسولؐ....	مفتی صادق مبارکپوری	۴۱

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**،مقیم حال ممبئی

جناب **محمد یوسف** بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم،حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**،صدر علماء کونسل وجے واڑہ،آندھراپردیش

الحاج سید **عظمت اللہ بیابانی**،وجئے نگر کالونی،حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**،معین آباد،تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**،انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی،حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا انجینئر** (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر **شہباز احمد**،پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار،حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر سعود**،نائس جوس سینٹر سکندرآباد،حیدرآباد

الحاج **محمد قمرالدین** نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**،صدر مسجد اشرف کریم کشن باغ،حیدرآباد

اپنی بات

پہلگام کشمیر میں دہشت گردانہ جو حملہ ہوا اس نے انسانیت کو شرمسار کر دیا، تعطیلات گرما میں لطف اندوز ہونے کے لیے جنت نما کشمیر میں سیاح قدرتی مناظر سے ذہن و دماغ کو تسکین دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں چند اشخاص جو انسانوں کے لبادے میں بھیڑیے تھے انہوں نے مردوں پر اندھا دھند گولیوں کی برسات کر دی جس کی وجہ سے 28 سیاحوں کی برسر موقع موت ہوگئی اور بہت سارے لوگ گھائل ہوئے، یہ غلط کرنے والے یا ان کی پشت پناہی کرنے والے نہایت ہی ذلیل و بزدل ہیں، اسلام ایسے لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں جو سزا دی جائے وہ کم ہے اور آخرت میں بھی ایسے لوگ سخت سزا کے مستحق ہیں۔ ادارہ شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ پہلگام کشمیر میں دہشت گردانہ حملے کی سخت مذمت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ متاثرین کو صبر دے، ساتھ ساتھ ہی حکومت ہند سے یہ گزارش کرتا ہے کہ ہم اپنے داخلی اور خارجی نظام کو بہت مضبوط کریں تاکہ کسی کو دراندازی، دہشت گردی کرنے کا موقع نہ ملے، کہاں چوک ہوگئی اس کی جانچ بھی بہت ضروری ہے، پڑوسی ملک پاکستان میں کچھ شرپسند عناصر اسلامی نام رکھ کر پاکستان کے اندرون اور ہمارے ملک ہندوستان اور دیگر ممالک میں اسلام اور مسلمان کا نام لے کر دہشت پھیلاتے ہیں یہ سراسر غلط ہے، انھیں اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے نہیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب اس بنا پر پورے پاکستان اور امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہوگا، ہمارے ملک ہندوستان نے آپریشن سندرو، کرنل صوفیہ قریشی وغیرہ کے توسط سے دہشت گردانہ کیمپوں پر نئی ٹکنالوجی کے ساتھ شاندار یلغار کی جس کی وجہ سے پوری دنیا کھلبلا گئی۔ ادارہ کی جانب سے آپریشن سندور کی کامیابی پر فوجی عملہ کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے۔

ہمارا یہ شمارہ اس صدی کے مشہور عالم دین خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ پر مخصوص ہے، مولانا وستانویؒ کی فکر علماء دیوبند، علماء ندوہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ یونیورسٹی (یعنی مذہبی عصری علوم) کا حسین امتزاج تھی، اسی نہج پر انہوں نے عملی اقدام کیے اور کامیاب رہے، انہوں نے اپنے حسن عمل سے امت کی فلاح و بہبود کے لیے ہر وہ کام کیا جو رضائے الٰہی کا مظہر تھا۔ مکاتب، مدارس، جامعات، کالج، یونیورسٹی، میڈیکل کالج، فارمیسی انجینئرنگ کالج وغیرہ قائم کر کے ملک اور بیرون ملک کے لیے نمونہ چھوڑ دیا اور اس کے لیے انہوں نے اپنے فرزندان سمیت بہت سارے افراد تیار کر دیئے جو مولانا وستانویؒ کی فکر کو تا قیامت وسعت دیتے رہیں گے، مولانا وستانویؒ کی حیات کے پہلو کا احاطہ کیا جائے اور حیات شبلی کا مطالعہ کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا وستانویؒ نے علامہ شبلی نعمانی کے فکری خاکہ کو رنگ بھر کر عملی جامہ پہنا دیا ہے، مولانا وستانویؒ کے لائق و فائق فرزند مولانا محمد حذیفہ وستانوی کہتے ہیں کہ والد صاحب کی حیات کے چند پہلو اس امت کے ہر ذمہ دار شخص کے لیے پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں، والد صاحب خلوص للّٰہیت، ہمت، جرأت، توکل علی اللہ، رجوع الی اللہ، بزرگوں سے رجوع، نماز پڑھنا، پڑھانا، قرآن پڑھنا، قرآن سننا، سب کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھنا، سب کے کام آنا، سب کا ہاتھ پکڑنا، حوصلہ افزائی کرنا، بند مٹھی مدد کرنا والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا خاص وصف تھا۔ ان بالا باتوں پر ہمیں عمل کرنے کی ضرورت ہے، ادارہ شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد مولانا وستانویؒ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے، دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، پسماندگان، متعلقین کو صبر جمیل دے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

حضرت حفصہؓ

حضرت حفصہؓ، حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں، ماں کا نام زینب بنت مظعون تھا، بعثت سے پانچ برس پہلے عین اس سال جب قریش خانۂ کعبہ کو تعمیر کررہے تھے، پیدا ہوئیں، ان کی پہلی شادی خنیسؓ بن حذافہ سے ہوئی اور ان ہی کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی، خنیسؓ نے غزوۂ بدر میں زخم کھائے اور واپس آکر ان ہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی، خنیسؓ نے اپنی یادگار میں حضرت حفصہؓ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت حفصہؓ کے بیوہ ہوجانے کے بعد حضرت عمرؓ کو ان کے نکاح کی فکر ہوئی، سوء اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوچکا تھا، اس بنا پر سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کے نکاح کی خواہش حضرت عثمانؓ سے کی، انھوں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا، انھوں نے خاموشی اختیار کی، حضرت عمرؓ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا، اس کے بعد خود جناب رسالت پناہؐ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش کی، نکاح ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ کے نکاح کی درخواست کی اور میں خاموش رہا تو تم کو ناگوار گذرا، لیکن میں نے اسی بنا پر کچھ جواب نہیں دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا اور میں آپؐ کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا، اگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح نہ کرلیا ہوتا تو میں اس کے لیے آمادہ تھا۔

حضرت حفصہؓ آخر حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں، اس لیے مزاج میں ذرا تیزی تھی، صحیح بخاری میں واقعۂ ایلا کے متعلق خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ”ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے، میں ایک دن کسی معاملہ میں غور کررہا تھا، اتفاق سے میری بی بی نے مجھ کو مشورہ دیا، میں نے کہا تم کو ان معاملات میں کیا دخل ہے، بولیں کہ تم میری بات پسند نہیں کرتے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہؐ کو برابر کا جواب دیتی ہے، میں اٹھا اور حفصہؓ کے پاس آیا، میں نے کہا بیٹی! تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو، یہاں تک کہ آپؐ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں، بولیں، ہاں ہم ایسا کرتے ہیں، میں نے کہا خبردار، میں تمہیں عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہوں، تم اس کے گھمنڈ میں نہ آجانا جس کے حسن نے رسول اللہ کو فریفتہ کرلیا ہے۔(یعنی عائشہؓ)

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ رو رہی تھیں، آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی، انھوں نے کہا مجھ کو حضرت حفصہؓ نے کہا ہے کہ ”تم یہودی کی بیٹی ہو“ آپؐ نے فرمایا ”تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہو، حفصہؓ تم پر کس بات میں فخر کرسکتی ہے۔“

ایک بار حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ”ہم رسول اللہؐ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں، ہم آپؐ کی بیوی بھی ہیں اور چچازاد بہن بھی“ حضرت صفیہؓ کو ناگوار گذرا، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا کہ ”تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیوں کر معزز ہوسکتی ہو، میرے شوہر محمدؐ، میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں۔ (سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۳۲۶-۳۲۸)

مولوی حبیب الرحمن۔حیدرآباد

اعمال کی قبولیت کے شرائط الٰہی

آخرت میں دوزخ سے بچنے کے لئے اللہ کے بندوں کو دنیا میں جو کام کرنا ہے وہی دین اسلام ہے (سورہ ال عمران: 19) یعنی زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والے کے احکام وہدایات کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے۔اسی لئے اللہ نے بندوں کے اعمال کو قبول کرنے کے لئے اپنے حسب ذیل شرائط مقرر فرمایا ہے۔اعمال قبول کئے جانے کے شرائط الٰہی بتانے کی بجائے اعمال کے فضائل بتانا کس تعریف میں آتا ہے۔غور کرلیا جائے۔

1) مقصد صحیح ہونا:

نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' قربانی ان عبادات سے ابدی زندگی کی تباہی کا خوف پیدا ہوتا ہے۔چونکہ اللہ کا اٹل قانون یہ ہے کہ زندگی میں اگر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی جائے تو ابدی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔اسی ابدی تباہی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچنے کی کوشش کرنا ہی دراصل تقویٰ ہے (سورہ البقرہ: 21، 183' الحج: 37)۔تقویٰ کا انعام جنت ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے، جنت صرف متقیوں ہی کے لئے ہے (سورہ محمد: 15' الذاریات: 15' الطور: 17' القلم: 34' النباء: 31)۔ یہ اعمال یعنی روزہ' نماز' حج' قربانی وحصولِ تقویٰ کے بجائے اگر ثواب کے لئے کئے جائیں تو مقصد غلط ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہوں گے چنانچہ (نیک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) فرمایا گیا: (حدیث)

2) هُوَ مُؤْمِنٌ (وہ ایمان والا ہو) (النساء: 124' النحل: 97' اسریٰ: 19' طٰہٰ: 112' انبیاء: 94 اور المومن: 48):-

یعنی لا الہ الا اللہ کا نہ صرف زبان سے اقرار کرنے والا بلکہ اپنے ایمان کو شرک کے اجزاء سے بچانے کی بھی کوشش کرنے والا ہو (سورہ انعام: 82' الزمر: 17) ورنہ شرک سے تمام نیک اعمال برباد کردیئے جائیں گے (سورہ انعام: 88' الزمر: 65)۔

3) ریاء سے پاک:

لوگوں کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ آخرت میں کامیابی کے لئے عمل کیا جائے جو لوگوں کو دکھانے کے لئے نیک عمل کرتا ہے یا اپنا مال خرچ کرتا ہے، دراصل وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت کے دن پر (البقرہ: 264)۔ ریا کی ضد اخلاص ہے۔ ذرا سا بھی دکھاوا شرک ہے (حدیث)۔

4) عبادت' ذکر ویاذ' اوراد و وظائف' ثواب کے کام' تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے تمام طریقے سنّتِ رسولؐ اور اسوۂ کے مطابق ہونا لازمی ہے (سورہ النساء: 115' احزاب: 21) "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اگر یہ اعمال سنّتِ رسولؐ اور اسوۂ صحابہؓ کے مطابق نہ ہوں تو قطعی بدعت ہے گمراہی ہے اس لئے ان کو شَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا (مندرجہ بالا اعمال سنّتِ رسولؐ اور اسوۂ صحابہؓ کے مطابق نہ ہوں تو یہ بدترین کام ہیں) فرمایا گیا ہے گمراہی حسنہ وسیہ نہیں ہوسکتی بلکہ ہلکی یا سنگین

ہوسکتی ہے۔اس لئے بدعت حسنہ وسیہ کی تقسیم غلط ہے۔

5)صرف وہی عمل قبول ہوگا جو حالت اطاعت وفرمانبرداری میں کیا گیا ہو "یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ" (المائدہ:27) ترجمہ: (اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی نیاز قبول فرماتے ہیں) حالت نافرمانی میں کیا ہوا عمل ہرگز قبول نہیں ہوگا (التوبہ: 53، 54، 61) اسی لئے ہر وقت توبہ کرتے رہنا اور اپنی غلطیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے۔

6)عمل کو قبول کرنے کی التجاء امید وخوف کے ساتھ کی جائے (سورہ اعراف:56، 57، البقرہ:127) کیونکہ عمل میں کیا غلطیاں ہیں اور کتنی خرابیاں ہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ابراہیمؑ دعا میں دعاء کو قبول کرنے کے لئے دعاء کئے ہیں (سورہ ابراہیم:40)۔

7) عمل کرتے وقت دل کی حالت:

نیکی پر نیکی کرنے والوں کے دل، حساب دینے کے لئے رب کے سامنے کھڑے ہونے کے تصور ہی سے خوف کھاتے ہیں (سورہ المؤمنون: 60-61)۔ نیک اعمال کرکے ان کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا پیغمبروں کے طریقہ کے خلاف کرنا ہے۔"وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ . رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"سورہ البقرہ: 127-128) ترجمہ: (اور جس وقت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر کی (تعمیر کررہے تھے یعنی) دیواریں بلند کررہے تھے (ان کی دعائیں یہ تھیں) اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک آپ ہی (دعاؤں کو) سننے والے اور ہر چیز جاننے والے ہیں۔اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اطاعت گزار بندہ بنادیجئے، نہ صرف ہم کو بلکہ ہماری نسلوں کو بھی ایسی امّت بنائیے جو آپ کی فرمانبردار ہو اور ہم کو اس گھر کی زیارت کے آداب (مناسکِ حج) بتادیجئے اور ہمارے حال پر ہمیشہ توجہ فرماتے رہیے۔ بے شک آپ بڑے ہی معاف کرنے والے اور بار بار رحم کرنے والے ہیں) اور آگے بھی دعا کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں ہم کو اہم ترین سبق یہ بھی مل رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی خود سے عبادات کے طریقے تجویز نہیں کرلیتے بلکہ تمام انبیاء کرام طریقۂ عبادت کے لئے اپنے رب کے حکم کے محتاج تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اپنے طور سے عبادت کرنے میں رب کی ناراضگی اور پکڑ ہوگی۔

مقاصدِ قیام ادارۂ اہل سنّت والجماعت

1) مسلمانوں پر فرض ہے کہ کتاب وسنّت اور اسوۂ صحابہؓ کے معیار پر مسلمان بنیں اور جو لوگ اسلام؛ دینِ حق ودینِ فطرت سے برگشتہ بہ الفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اور حیات بعد الموت سے غافل ہیں؛ ان کو اپنے قرآنی اعمال وافکار سے بندگیٔ حق کا درس وانسانیت کا سبق دیں تاکہ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے انسان اپنی دنیا پرستانہ روش کو چھوڑ کر آخرت کی ابدی زندگی کو بہتر بنائیں۔ چونکہ خواص المسلمین ہی اس فرض کو فراموش کرچکے ہیں، اس لئے اس بھولے ہوئے فریضہ کو حسبِ منشاء آیت کریمہ "وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورہ آل عمران:104) ترجمہ: (تم میں ایک ایسی جماعت ضرور رہنا چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے؛ بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے، جو یہ کام کریں وہی فلاح پائیں گے) انجام دینے اور "لا الٰہ الا

اللہ‘‘ نہیں ہے کوئی معبود (حاجت روا‘ مشکل کشا‘ داتا‘ فریادرس‘ مختارِ کُل‘ قادر مطلق) سوائے اللہ کے‘ کی طرف بلانے اور شرک و بدعات سے منع کرنے کے لئے ارشادِ رسولؐ ’’ما انا علیہ واصحابی‘‘ (ترمذی) ترجمہ: (جو فرقہ اس راہ پر چلے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں) کے معیار پر ادارۂ ہذا قائم کیا گیا ہے۔ نیز مذکورہ معیارِ حق ہی ایسا معیار ہے جس پر مسلمانوں کے تمام مختلف فرقے و جماعتیں متحد ہوسکتے ہیں اور ان کے تمام اختلافات دور ہوسکتے ہیں۔

2) (ادارۂ اہل سنت و جماعت) جس کے عقائد قرآن کے اور اعمال سنّتِ رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کے مطابق ہوں۔

3) مسلمانوں کی ایسی جماعت تیار کی جائے جن کے افکار و اعمال‘ الٰہی و نبوی تعلیم اور اسوہ صحابہ کرامؓ کے دانش و بینش و روش کے مطابق ہوں کیونکہ صحابہ کرامؓ ہی کی زندگی ہمارے لئے معیارِ حق ہے اور قابل تقلید نمونہ (سورہ النساء 115) انہی اصحاب رسول نے اپنی مجاہدانہ زندگی سے جہل و غفلت کی دنیا میں نورِ حق کو پھیلایا۔

عصرِ حاضر کی نام نہاد مہذب و ترقی یافتہ دنیا بھی عصرِ قدیم کی طرح جہل و ظلمت کی تاریکیوں میں سفر حیات طے کررہی ہے اور گمراہی میں مبتلا ہوتی جارہی ہے اور غیر شعوری طور پر مسلمان بھی انہیں کے گیروِ راہ بنے ہوئے ہیں۔ ایسی بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کی کوشش وہی لوگ کرسکتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کی روش پر گامزن ہوں۔ پس عصرِ حاضر کی تاریکیوں کو دور کرکے نورِ حق پھیلانے کی بے لاگ جدوجہد بالفاظ دیگر دنیا پرستوں کو آخرت کا طالب و حریص بنانے کی تن‘ من‘ دھن سے پوری کوشش کرنا۔ اہلِ باطل کے خلاف بلالحاظ و ضررِ جان و مال علمی‘ عملی و لسانی جدوجہد کرنا ادارہ کے فرائض ہیں تاکہ خود اپنے آپ کو اور تمام انسانوں کو آخرت کے دائمی عذابِ شدید و الیم سے بچاسکیں اور لافانی‘ من مانی‘ دائمی عیش و عشرت کی زندگی جنّت و دراجاتِ جنّت پاسکیں۔ قانونِ الٰہی بھی یہی ہے کہ دنیا و آخرت میں عذاب سے کس طرح بچا جاسکتا ہے (سورہ اعراف 164-165)۔

مقصد یعنی نصب العین: مغفرت الٰہی و جنت و درجات جنت کا مستحق بننا اخروی و ابدی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔

(ماخوذ: رہنمائے فطرت، ص ۱۶۳-۱۶۷)

رھبر پرتاپ گڑھی -اتر پردیش

نعت رسول مقبول

جب تصور میں مدینے کا گماں ہوتا ہے
میری نظروں میں سکوں بخش سماں ہوتا ہے

تذکرہ ہوتا ہے سرکارِؐ مدینہ کا جہاں
مجمعِ نور فرشتوں کا وہاں ہوتا ہے

جن کے سینوں میں نہیں ہوتی ہے دنیا کی ہوس
ایسے ہی لوگوں کا جنت میں مکاں ہوتا ہے

ہم تو توفیقِ الٰہی اسے کہتے ہیں فقط
سب کی قسمت میں وہ دربار کہاں ہوتا ہے

آل واصحابؓ پیمبرؐ سے جنہیں ہے نسبت
ان پہ کونین کا ہر راز عیاں ہوتا ہے

جو ہے انصارؓ و مہاجرؓ کا ثنا خواں رہبر!
اس کو دنیا ہی میں جنت کا گماں ہوتا ہے

نایاب حسن۔دہلی

ہندوستان کے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے والی عظیم شخصیت بھی اللہ کو پیاری ہوگئی

مولانا غلام محمد وستانوی

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل!

ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا رونا رونے والے دانشوروں کی کمی نہیں، مگر ایسے باہمت مردانِ کار انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، جوسینہ کوبی کی بجائے عملی جدوجہد میں یقین رکھتے اور قوم کو تعلیمی ترقیات سے ہم کنار کرنے میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں۔ بلا شبہ مولانا غلام محمد وستانوی انھی چیدہ و چنیدہ شخصیات میں تھے۔ مولانا کو ایک اور خاصیت ایسے دوسرے خادمینِ قوم سے یوں ممتاز کرتی تھی کہ وہ خود خالص دینی و مذہبی تعلیمی پس منظر رکھنے کے باوجود قوم کی ہمہ جہت ترقی کا خواب دیکھتے رہے اور اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کی بھی بھرپور کاوشیں کیں؛ چنانچہ جہاں انھوں نے مہاراشٹر کے دور دراز خطے اکل کوا، نندوربار میں 1979 میں ایک عظیم الشان دینی تعلیمی مرکز قائم کیا، جہاں درسِ نظامی کے مطابق فضیلت تک کی تعلیم کے علاوہ تخصصات کے مختلف شعبے قائم ہیں، وہیں انجینئرنگ، میڈیکل، فارمیسی، لا، ٹیچر ٹریننگ، انڈسٹریل ٹریننگ وغیرہ کے ادارے قائم کرکے مسلم نوجوانوں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ علوم اور اسکلز سے لیس کرنے کی مہم بھی انھوں نے چلائی اور اپنی اس نیک اور انقلابی مہم میں نہایت کامیاب بھی رہے۔

کئی کلو میٹر میں پھیلے جامعہ اشاعت العلوم اور اس سے ملحق دیگر اداروں کی عمارتوں، ان کے کیمپسز، وہاں کے ماحول کی شفافیت، نظم و نسق وغیرہ دیکھ کر زائرین عش عش کرتے ہیں اور ڈھیر ساری خوشگوار حیرانیاں سمیٹ کر اس دیار سے لوٹتے ہیں۔

رفاہی شعبوں میں بھی ان کی خدمات نہایت تابناک ہیں، قومی و ملی بحرانوں کے موقعوں پر انھوں نے بلاتفریق متاثرین کی مدد کی اور ان کے درد کا مداوا کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ دینی اداروں اور مدارس کو بھی ان کے ہاں سے صرف تصدیق نامے نہیں جاری کیے جاتے تھے؛ بلکہ بہت سے اداروں کے لیے سالانہ ایک متعینہ امدادی رقم بھی جاری کی جاتی تھی۔

مولانا وستانوی کی خدمت کا ایک نہایت روشن پہلو قرآنی مسابقوں کا نہایت خوب صورت سلسلہ بھی ہے، جس کی بدولت انھوں نے ہندوستان میں قرآن فہمی اور قرآن کو

تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنے کی عمومی فضا قائم کی، یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح جاری ہے؛ بلکہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے ادارے اور افراد بھی اس قسم کے مسابقوں کا اہتمام کرنے لگے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے منصبِ اہتمام پر فائز کیے جانے کے بعد ان کے خلاف برکا کیے گئے ہنگامے کے دوران ان کی شخصیت اور کیرکٹر کا ایک روشن پہلو یہ سامنے آیا کہ انھوں نے تمام تر وسائل ہم دست ہونے کے باوجود مخالف فریقوں کو زیر کرنے کے لیے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا، جس سے دارالعلوم جیسے عالمی ادارے کی توقیر کو نقصان پہنچے؛ بلکہ اس سب کے بعد بھی دارالعلوم سے بحیثیت رکن شوریٰ وابستہ رہے اور اس کی تعمیر و ترقی میں حسبِ معمول حصہ لیتے رہے۔

ہمیشہ خنداں و فرحاں اور سادہ و بے تکلف نظر آنے والے مولانا وستانوی چھوٹی بڑی مجلسوں میں گفتگو بھی بڑی سادہ اور زود اثر کرتے تھے، ان کی آواز میں گھن گرج، چرب زبانی اور ہنگامہ آرائی کی کیفیت نہ ہوتی تھی، ٹھہر ٹھہر کر، نہایت سنجیدہ انداز میں گفتگو کرتے اور قوم و ملت کے تئیں اپنے دل کا درد سامعین و مخاطبین میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے۔ا

لغرض مولانا وستانوی کی شخصیت متنوع الجہات، قابلِ قدر، پرکشش اور ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی، رفاہی و سماجی خدمت کے حوالے سے غیر معمولی امتیاز و انفراد کی حامل تھی۔ اللہ پاک ان کی مغفرتِ کاملہ فرمائے اور ان کی چھیڑی گئی تعلیمی تحریک یوں ہی جاری و ساری رہے۔

☆☆☆

ایم۔اے۔ایس فیضانی، اعظم گڑھ

نظم

حقیقت ہے کہ جو علم و ادب سے دور ہوتے ہیں
مباحث کے ہر اک پہلو انہیں منظور ہوتے ہیں

نکوہش سے کہاں دل کانپتا ہے ابن آدم کا
انا کے عشق میں ناداں بڑے مغرور ہوتے ہیں

یہ دنیا نیند ہے اور موت ٹھہری اس کی بیداری
یقیں ہے پھر بھی دنیا کے نشے میں چور ہوتے ہیں

بصیرت ہو بشر میں تو خدا آئے نظر ان کو
جنہیں سونپا گیا یہ وصف وہ مشکور ہوتے ہیں

نظامت گر یہاں ایسی نہ ہوتی پھر تو کیا ہوتا
ہمارے درمیاں مالک کوئی مزدور ہوتے ہیں

مری گوری رہے لیلیٰ سیانوں کا یہ نعرہ ہے
چمک پر دم جو بھرتے ہیں وہی رنجور ہوتے ہیں

تمناؤں سے دل آنسو! انہیں کے پاک رہتے ہیں
مبارک جن کے دل قرآن سے معمور ہوتے ہیں

مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی۔استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

خادم قرآن کی رحلت

مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی وفات

(ولادت: 1950ء، وفات: 2025ء)

4/ مئی 2025ء بروز اتوار خادم قرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رحمہ اللہ بھی اپنی حیات مستعار کے 75 برس مکمل کر کے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى

یوں تو دنیا کی ہر شی کو فنا ہے، باقی رہنے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام﴾ (الرحمٰن: 26، 27).

حضرت مولانا وستانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی قرآن کریم کی خدمت کے لئے وقف رکھی تھی اور وہ بجا طور پر اس بات کے مستحق تھے کہ انہیں خادم القرآن کا لقب دیا جائے، حضرت مولانا نے اپنے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں حفظ کا ایک منظم اور مثالی نظام قائم فرمایا اور ملک کے دیگر اداروں کے لئے ایک جہت دی۔

قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور اس پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے آپ نے پورے ملک میں مسابقہ قرآن کریم کی طرح ڈالی، جس میں شرکت کرنے کے بعد مساہمین کو آگے بڑھنے اور کتاب اللہ سے اپنے ربط کو مزید مستحکم کرنے میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

جو لوگ اس مسابقے اور اس کی فروعات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس میں شرکت کرنے اور حکم حضرات کے جوابات دینے کے لئے کس قدر تیاری کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب دل دردمند اور فکر ارجمند کے مالک تھے، آپ نے سورت کے ایک متوسط گھرانے میں آنکھیں کھولی اور چند سال بعد آپ کا گھرانہ ہجرت کر کے وستانہ آ گیا، جو کہ بالکل غیر معروف جگہ تھے مگر آپ نے اللہ کے فضل و کرم اور اپنی جد و جہد نیز اساتذہ اور اپنے شیخ کی دعا کی برکت سے اس غیر معروف علاقے کو گل گلزار بنا دیا اور یوں کہیں کہ جنگل میں منگل کا سماں کر دیا تو غلط نہیں ہوگا، آج بہت سے ایسے افراد ہوں گے جنہیں اکل کوا کس ضلع میں واقع ہے اس کا علم نہیں ہوگا مگر اکل کوا کا نام سنتے ہی فوراً حضرت مولانا وستانوی صاحب کی شخصیت اور ان کا مدرسہ ذہن میں آ جاتا ہے، یہ ساری برکتیں حضرت وستانوی صاحب کے دم سے قائم تھی۔

حضرت مولانا نے حفظ کلام اللہ مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں مکمل کیا اس کے بعد آگے کی تعلیم کے لئے مدرسہ شمس العلوم بروڈہ تشریف لے گئے اور بعد ازاں 1964ء میں مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں داخل ہوئے جہاں 1972ء تک عربی کی تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کا نام نمایاں طور پر شامل ہے، اسی زمانے میں فلاح دارین مدرسہ میں بخاری شریف پڑھانے کے لیے استاذ کی ضرورت پڑی تو وہاں کے مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے یہاں سہارن پور تشریف لے گئے اور ایک شیخ الحدیث طلب کیا تو حضرت شیخ نے مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم کو گجرات بھیجا جواس سے پہلے تقریبا دس سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دے چکے تھے۔

اس طرح 1967ء میں وہاں دورہ حدیث شریف قائم ہوا جس کے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم ہوئے، حضرت مولانا سے مولانا وستانوی صاحب کو شرف تلمذ تو نہیں تھا البتہ مولانا وستانوی صاحب ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کی خدمت کیا کرتے تھے اور چائے وغیرہ بنایا کرتے تھے جسے بعد میں دونوں حضرات بیان کرتے تھے، مولانا وستانوی صاحب اواخر 1972ء میں دورہ حدیث شریف کے لئے مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے اور مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بذل المجہود کے کام کے سلسلے میں ایک سال کے لئے سہارن پور تشریف لے گئے جس کے بعد وہ جامعہ ازہر اور پھر متحدہ عرب امارات چلے گئے۔

مولانا وستانوی صاحب نے 1973ء میں سہارن پور سے فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوری، حضرت مولانا عاقل صاحب سہارن پوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری، اور حضرت مولانا سلمان صاحب سہارن پوری رحمہم اللہ وغیرہم تھے۔

رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا وستانوی صاحب نے تدریسی میدان میں قدم رکھا اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد 1979ء میں مدرسہ اشاعت العلوم کے نام سے اکل کوا میں مدرسہ قائم کیا جو آپ کی جدوجہد کی برکت سے اس وقت عالمی منظرنامے پر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت مولانا وستانوی صاحب کے اندر بہت سی خصوصیات کو ودیعت فرمائی تھیں، ان میں سب سے خاص وصف کتاب اللہ سے محبت تھی، یہی وجہ ان کے جگہ جگہ مکاتب قائم کرنے اور قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی بنی۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب کا ایک خاص وصف اپنے اساتذہ سے محبت تھی، زمانہ طالب علمی میں بھی آپ اپنے اساتذہ سے بہت قریب رہے اور ان کی خدمت بجا لایا کرتے تھے، قیام سہارن پور میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمہ اللہ کی خدمت انجام دیتے تھے۔

آپ کو اپنے اساتذہ و بزرگوں سے محبت تھی یہی وجہ تھی کہ جب مشرقی یوپی میں مسابقہ منعقد کرنا ہوا تو جامعہ حسینیہ جون پور اور جامعہ شرقیہ اسلامیہ لونیہ ڈیہ کے بعد

جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کو بھی اس کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں دو مسابقہ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کی جانب سے منعقد ہوا، پہلے مسابقے میں حضرت مولانا وستانوی صاحب بنفس نفیس تشریف لائے تھے اور انعامی مجلس میں شرکت فرمائی، اس موقع پر مسابقہ قرآن کریم کی ابتدا اور اس کے نتائج نیز اس سے ہونے والے فوائد پر آپ نے تفصیلی روشنی ڈالی۔

اسی مسابقہ کے بعد جامعہ اسلامیہ کے صحن میں ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا تھا اس میں بھی آپ کا خطاب ہوا تھا، گرچہ آپ نے صرف 25 منٹ گفتگو فرمائی مگر بہت ہی والہانہ انداز میں خطاب فرمایا جس کا سامعین نے بہت اچھا اثر لیا۔

دوسرے مسابقہ میں آپ کی شرکت تو نہ ہو سکی مگر اس میں آپ کے صاحب زادے مولانا سعید احمد صاحب متوفی 2019ء تشریف لائے تھے اور آخری نشست میں ان کا پر مغز خطاب ہوا تھا، دونوں مسابقوں میں اس کے میر کارواں مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحی رحمہ اللہ کی تشریف آوری ہوئی تھی، بعد میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب مسلم قوم کی پسماندگی کو دور کرنے اور انہیں مختلف میدانوں میں ترقی دلانے اور اعلی تعلیم کے دلانے کے لئے فکر مند تھے، اس کے لئے انہوں نے میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج قائم کئے جس کا نظام بھی اعلی درجہ کا رکھا، جس کے فوائد آج دنیا کے سامنے آشکارا ہیں۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب رحمہ اللہ گذشتہ دو سال سے بیمار تھے اور انہیں مختلف بیماریوں نے گھیر لیا تھا مگر اس عرصے میں جب بھی افاقہ ہوتا تو طاب علم کے ذریعے آپ قرآن کریم سنا کرتے تھے۔

آپ نے کئی ہزار مکاتب قائم فرمائے، مختلف علاقوں میں مساجد کی تعمیر کرائی، میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج بھی قائم فرمائے، آپ کے صاحبزادگان اور روحانی اولادیں اور مدارس و مساجد کا قیام آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

آپ دار العلوم دیو بند کی شوریٰ کے موقر رکن تھے 1419ھ میں آپ کو رکن شوریٰ منتخب کیا گیا جس پر اپنی وفات تک برقرار رہے۔ اسی طرح آپ ملک کے مختلف اداروں کے بانی و رکن شوریٰ تھے۔

آپ کی خدمات پر لکھنے والے لکھیں گے، اس مختصر مضمون میں اس کا احاطہ ممکن نہیں، یہ چند ٹوٹے پھوٹے غیر مرتب کلمات آپ کے انتقال پر لکھ دئے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا وستانوی صاحب کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن کو قیامت تک سرسبز و شاداب رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

مرزا عبدالقیوم ندوی

وہ ہند سرمایہ ملت کا نگہبان
آہ ! مولانا غلام محمد وستانوی

آج 4 مئی 2025 کو مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کے انتقال کی المناک خبر سامنے آئی ہے۔وہ ہندوستانی مسلم کمیونٹی کے ایک ممتاز عالم دین اور ماہر تعلیم تھے، جن کی تعلیم اور سماجی اصلاح کے شعبوں میں خدمات ناقابل فراموش رہیں گی۔

ایک بصیرت افروز ماہر تعلیم

یکم جون 1950 کو گجرات کے کوساڈی میں پیدا ہونے والے مولانا وستانوی نے روایتی اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علم کی اہمیت کو بھی بخوبی سمجھا تھا۔انہوں نے کوساڈی کے مدرسہ قوت الاسلام سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، جہاں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا۔اس کے بعد انہوں نے آٹھ سال تک بڑودہ کے مدرسہ شمس العلوم اور ترکیسر کے مدرسہ فلاح الدارین میں اسلامی تعلیم حاصل کی۔انہوں نے سہارنپور کے مظاہر علوم میں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، جہاں انہوں نے ممتاز علماء سے اسلامی علوم اور حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔

اپنی روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا وستانوی نے ایم بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی تھی، جو مذہبی اور جدید تعلیم کے امتزاج کے بارے میں ان کی منفرد سوچ کی عکاس ہے۔انہوں نے ممتاز صوفی شخصیات سے روحانی رہنمائی بھی حاصل کی تھی۔

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کا قیام

مولانا وستانوی کی سب سے اہم کامیابیوں میں سے 1979 میں مہاراشٹر کے اکل کوا میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کا قیام تھا۔ایک چھوٹے سے مدرسے سے شروع ہوکر، یہ ادارہ ان کی بصیرت افروز قیادت میں ایک وسیع تعلیمی کمپلیکس میں تبدیل ہوگیا۔جامعہ نہ صرف روایتی اسلامی تعلیم فراہم کرتا ہے، بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ، طب اور فارمیسی جیسے جدید مضامین میں بھی کورسز چلاتا ہے۔

ان کی سب سے قابل ذکر کامیابی ہندوستان کے پہلے اقلیتی ملکیت والے میڈیکل کالج، جالنہ میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس اینڈ ریسرچ کا قیام تھا، جسے میڈیکل کونسل آف انڈیا (MCI) نے تسلیم کیا ہے۔اس کے علاوہ، ان کی قیادت میں جامعہ نے مہاراشٹر اور دیگر علاقوں میں کئی اسکول اور مساجد قائم کیں، جس سے تعلیم اور کمیونٹی کی ترقی کو نمایاں فروغ ملا۔

دارالعلوم دیوبند میں مختصر اور متنازعہ دور

مولانا وستانوی کو 10 جنوری 2011 کو دارالعلوم

دیوبند کا مہتمم مقرر کیا گیا تھا، جو اس معتبر ادارے کی 200 سالہ تاریخ میں اس عہدے پر فائز ہونے والے پہلے گجراتی تھے۔ ان کی تقرری سے ادارے میں جدیدیت کی امیدیں پیدا ہوئی تھیں۔

تاہم، ان کا دور مختصر اور متنازعہ رہا۔ گجرات کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کی ترقیاتی پہلوؤں کی بظاہر تعریف کرنے اور 2002 کے فسادات سے آگے بڑھنے کی تجویز دینے والے ان کے تبصروں نے قدامت پسند عناصر کی مخالفت کو جنم دیا۔ بڑھتے ہوئے تنازعہ کی وجہ سے انہیں جولائی 2011 میں اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا۔

وراثت

دارالعلوم دیوبند میں ان کا دور اگرچہ مختصر رہا، لیکن مولانا غلام محمد وستانوی نے تعلیم اور کمیونٹی کی ترقی کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم ان کی بصیرت اور تعلیم کے لیے لگن کا زندہ ثبوت ہے۔ انہوں نے روایتی اور جدید تعلیم کو ہم آہنگ کرنے کی ایک منفرد مثال پیش کی، جس سے لاتعداد طلباء مستفید ہوئے۔

مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کا انتقال ہندوستانی مسلم کمیونٹی اور تعلیمی برادری کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کی تعلیمات، ان کے قائم کردہ ادارے، اور ان کے ترقی پسند خیالات ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ہم ان کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو سکون عطا فرمائے۔

☆☆☆

اقبال دردؔ۔ ورنگل، تلنگانہ

غزل

بٹ کر الگ الگ کئی خانوں میں رہ گئے
دے کر اجالے ہم ہی اندھیروں میں رہ گئے

بنوانے والے اونچی کشادہ عمارتیں
دو گز زمیں کے چھوٹے مکانوں میں رہ گئے

جلتا ہوا معاشرہ جو دیکھ کر بھی کچھ
مولانا اپنی اپنی دکانوں میں رہ گئے

اپنا ضمیر خود ہی کسوٹی ہے بے گماں
جو بھی سمجھ نہ پائے سرابوں میں رہ گئے

ہم وقت کو نہ اسکی روش کو سمجھ سکے
تب ہی تو ہم ہمیشہ رخساروں میں رہ گئے

میں داستانِ عہدِ جوانی سناؤں کیا
چاہت کے پھول دل کی کتابوں میں رہ گئے

خمیازہ ان کو دردؔ بھگتنا پڑے بہت
اپنی اَنا کے جو بھی حصاروں میں رہ گئے

شاہنواز بدر قاسمی۔ بہار

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ: ایک عہد ساز شخصیت

اپنی بلند و بالا خدمات اور عظیم کارناموں کیلئے مشہور، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے سربراہ اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم و رکن شوریٰ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب عالمی سطح پر محتاج تعارف نہیں، دینی وعصری تعلیم کے میدان میں مولانا وستانوی صاحب نے جو قابلِ فخر کارنامہ انجام دیا ہے وہ بلاشبہ اکیسویں صدی میں اس کی مثال نہیں ملتی، ہندوستان کی تاریخ میں وہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے نہ صرف ہزاروں مدارس قائم کئے بلکہ عصری تعلیم کیلئے انہوں نے سینکڑوں اسکول سے لیکر میڈیکل کالج تک بنائے، ملک بھر میں سات سو سے زائد مساجد تعمیر کروا کر ایک مثال قائم کی، ہزاروں کی تعداد میں دینی وعصری تعلیم کیلئے الگ الگ ادارے قائم کئے، خدمت قرآن کیلئے بہت شمار کام کئے، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی اپنی مختصر سی زندگی میں وہ کارنامے انجام دے گئے جسے کرنے کیلئے صدیوں گزر جاتے ہیں، وہ ایک ہمہ گیر، دور اندیش اور انقلابی شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے تعلیمی میدان اور خدمت خلق کو اپنا مشن بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب کر گزر گئے جو سن کر اور دیکھ کر یقین نہیں ہوتا۔

مولانا وستانوی صاحب سے میری پہلی ملاقات دارالعلوم دیوبند کا اہتمام سنبھالنے کے بعد اسی دن دارالعلوم کے مہمان خانہ میں ہوئی اور ملاقات اور رابطے کا یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ مولانا کے ساتھ کئی سفر کئے، ان سے قریب رہنے کا خوب موقع ملا، وہ ایک ایماندار اور حق گو انسان تھے، انتہائی پرکشش اور نرم مزاج شخصیت کے مالک تھے، وہ تعمیری فکر پر یقین رکھتے ہیں، فضول اور غیر ضروری سرگرمیوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ اپنے وقت کے مومن کامل اور حضرت نانوتویؒ اور سرسید علیہ الرحمہ کے فکر کے حقیقی ترجمان تھے، انہوں نے اپنے عملی زندگی سے یہ ثابت کردیا کہ آج بھی ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ ایک نئی تاریخ رقم کر کے مولانا وستانوی ہم سب سے رخصت ہوگئے لیکن انہوں نے مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی کیلئے جو تعمیری خواب دیکھا تھا اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے وابستگانِ وستانوی ملک و بیرون ملک کے ہر کونے کونے میں سرگرم عمل ہیں۔

مولانا وستانوی یکم جون 1950ء میں صوبہ گجرات کے ضلع سورت میں واقع ایک گمنام گاؤں سرزمین وستان میں پیدا ہوئے، ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل ہوئے صرف تین سال کا عرصہ گزرا تھا گویا آزادی ہند کا آفتاب طلوع ہونے کے چند سال بعد ہی اسی ہندوستان کے افق پر ایک ایسا آفتاب بھی طلوع ہوا جس نے محض 75 سال کی عمر میں اپنی خدمات اور روشن کارناموں سے دنیا کو منور کردیا، علماء بہت ہوئے ہیں، علم دوستوں کی بھی کمی نہیں، خدا کی بنائی ہوئی اس سرزمین پر بڑے بڑے علم

والے موجود ہیں لیکن خدمت کا جو جذبہ مولانا وستانوی کو حاصل ہوا، اس کی مثال نہیں، ان کی جلیل القدر خدمات اور کارنامے کا اثر ہے کہ ان کا گاؤں وستان جو کسی زمانے میں گمنام تھا آج وہ ہندوستان کے نقشے پر اپنا ایک خاص مقام اور اپنی شاندار شناخت رکھتا ہے۔

مولانا وستانوی کو اپنے دور کے اچھے اساتذہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا، وہ زندگی کی آخری ایام میں بھی اپنے اساتذہ کی خدمت میں حاضری دے کر دعائیں لینے کا سلسلہ جاری رکھا، مدرسہ قوت الاسلام سورت اور مدرسہ شمس العلوم بڑودہ کے بعد مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات میں رہکر 1972ء میں دستار فضلیت حاصل کی، ترکیسر سے فراغت کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مزید علمی تشنگی کو بجھاتے ہوئے حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب اور حضرت مولانا عاقل صاحب جیسے اہل علم سے فیض یاب ہوئے۔

فراغت کے بعد اپنی تدریسی زندگی کی شروعات دارالعلوم کنتھاریہ جیسے عظیم ادارے سے کی اور اپنی علمی صلاحیتوں سے وہاں کے طلباء کو مالا مال کیا۔ 1980ء میں انہوں نے مہاراشٹر کے اکل کوا نامی ایک علاقہ جو علم دین کی روشنی سے نا آشنا تھا، جہالت و بدعقیدگی اور بدعات و خرافات حد درجہ بڑھ چکا تھا، مولانا وستانوی نے پوری ہمت، جرات اور جفاکشی کے ساتھ صرف چھ طلبہ اور ایک استاذ سے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کا آغاز کیا جو اس وقت الحمدللہ ہندوستان کی سرزمین پر اپنی نوعیت کا عظیم اور سب سے بڑا دینی و تعلیمی مرکز بن چکا ہے۔ مولانا وستانوی نے دینی تعلیم کیلئے جو مثالی قدم اٹھایا اسی کے ساتھ وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی دوراندیشی کی وجہ سے عصری تعلیم کیلئے بھی بے پناہ کام کئے۔ مولانا وستانوی نے اشاعت العلوم کے پلیٹ فارم سے اب تک تیس سے زائد کالج قائم کئے، انہوں نے عملی میدان میں کام کرنے والے نوجوان علماء کو تیار کر کے کام پر لگایا اور پورے ملک میں تعلیمی ادارے کا جال بچھا دیا۔ مدارس اور اسکولوں کے ساتھ مکاتب کے قیام پر بھی خاص زور دیا، مولانا نے قرآنی تعلیم پر توجہ دیتے ہوئے ملک بھر میں مسابقوں کا سلسلہ شروع کیا اور عمدہ قرآن پڑھنے والوں کی خوب حوصلہ افزائی کی اور گراں قدر انعامات سے نوازا۔

مولانا وستانوی صاحب کا اصلاحی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ سے رہا اور انہوں نے اپنے معمولات کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیا۔ مولانا وستانوی اس عہد میں بھی اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سادگی کی زندگی کو ترجیح دی اور تمام تر سہولیات ہونے کے باوجود شاہی زندگی سے دور رہے۔

مولانا وستانوی صاحب کے دو صاحبزادے برادرم مولانا حذیفہ وستانوی اور مولانا اویس وستانوی کو اللہ پاک صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ پاک جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کو حاسدین کے حسن سے حفاظت فرمائے اور اس عظیم تعلیمی مرکز کو مزید ترقیات سے نوازے۔ حضرت مولانا وستانوی کی وفات مسلمانانِ ہند کو جو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے کی بھرائی مشکل ہے، تمام متعلقین خصوصاً محبان جامعہ اکل کوا کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

☆☆☆

سراج الدین ندوی

علم وعمل کے آفتاب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحبؒ

طویل علالت کے بعد ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے

28/ اپریل 2025 کو ایک واٹس اپ پیغام کے ذریعہ یہ جانکاہ خبر ملی کہ مدرسہ مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد عاقلؒ صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ مولانا کا شمار ہندوستان کے ان بزرگوں میں ہوتا تھا جو ہمارے اسلاف کی یادگار نمونہ تھے۔ علم کی گہرائی وگیرائی، تقویٰ وطہارت، صداقت ودیانت، سادگی وعاجزی جیسے مومنانہ اوصاف میں وہ قابل تقلید نمونہ تھے۔

دو سال قبل میرا مظاہر العلوم سہارن پور جانا ہوا، تو ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب مدظلہ العالی جو اس وقت نائب ناظم تھے، ان سے بعد نماز عصر مسجد میں ملاقات ہوئی، موصوف بہت پرتپاک انداز سے ملے، معانقہ کیا، پھر باصرار اپنے گھر لے گئے اور پرتکلف عصرانہ کرایا۔ اس موقع پر مولانا محمد ذوالفقار ندوی اور میرے دوست مولانا شوکت علی مظاہری بھی ہمراہ تھے۔ تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد ہم لوگ حضرت ناظم صاحب کے پاس گئے، وہ اس وقت بھی طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ حالانکہ کبرسنی اور ضعف ونقاہت دیکھنے کے قابل تھی، لیکن ان کا انہماک ہم لوگوں کے لیے قابل تقلید اور قابل رشک تھا۔ مولانا چالیس سال سے ابوداؤد شریف کا درس دے رہے تھے۔ مولانا شوکت علی مظاہری مدظلہ جو ان کے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے بتایا کہ مولانا کا انداز درس بڑا بلیغ اور موثر ہوتا تھا اور مولانا ہم طلبہ سے بڑی شفقت اور محبت کرتے تھے۔ مولانا پہلے مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس رہے، پھر صدر مدرس رہے اور اب وہ ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی خدمات عالیہ انجام دے رہے تھے۔

مولانا موصوف اسلاف کا نمونہ تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے داماد اور خلیفہ ہونے کی وجہ سے انھیں عوام وخواص میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ پوری دنیا میں ان کے ہزاروں شاگرد آج بھی درس وتدریس اور مختلف پہلوؤں سے دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں، یہ مولانا کا وہ صدقہ جاریہ ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مدراس اسلامیہ کا وجود قائم ہے، اللہ انھیں تا قیامت قائم ودائم رکھے۔

مولانا اچھے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نظم وانصرام میں بھی یکتا تھے۔ انھوں نے مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے تمام نشیب وفراز کے باوجود اس کے نظم وانصرام کو چست ودرست رکھا۔ انھیں طلبہ کے مسائل سے بڑی دل چسپی تھی اور ان کو حل کرنے کا ہنر جانتے تھے، مولانا کا ظاہر جس قدر پاکیزہ وروشن تھا، اس سے زیادہ ان کا باطن روشن وپاکیزہ تھا اور تقویٰ ان کے اردگرد طواف کرتا نظر آتا تھا۔ ان کے شب وروز کے معمولات ایک سچے مومن کی زندگی کا آئینہ دار تھے۔ کہا جاتا سکتا ہے کہ کسی شخص کو اگر کسی کو ایک اچھے معلم، ایک مشفق استاذ، ایک محدث عصر اور ایک فقیہ الزماں کو کسی ایک شخصیت میں دیکھنا ہو تو حضرت مولانا کی شخصیت میں دیکھ سکتا ہے۔

مولانا کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب دامت برکاتہم، جو اس وقت نائب ناظم تھے، امید ہے کہ اب بڑے بھائی کی جگہ لیں گے اور ناظم اعلیٰ بن جائیں گے، ہمارے جامعۃ الفیصل تاج پور اس سیمنار میں تشریف لا چکے ہیں جو استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے موضوع پر رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا۔ مفتی صاحب کی شرکت سے ہمیں تو جو مسرت حاصل ہوئی تھی وہ نا قابل بیان ہے ہی مگر حضرت نے بھی جامعہ کے تعلیمی وتربیتی نظام پر اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔

سادگی کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے کہ وہ مومن کا شیوہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحبؒ اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے، مولانا اخلاق عالیہ اور بلند کردار وشخصیت کے مالک تھے۔ اسلام کو جو اوصاف مطلوب ہیں وہ حضرت مولانا میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ ان کی گفتگو، ان کا رہن، سہن، ان کا چلنا پھرنا، ان کی نشست و برخاست اور آداب واخلاق سب اسلام کے آئینہ دار تھے۔

مولانا سے یادگار ملاقات ہمارے لیے ایک سرمایہ ہے، ان کا انداز تکلم، حسن گفتگو آج بھی ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ اپنے عنفوان شباب سے اب تک مدرسہ مظاہر العلوم کے شیوخ اور کبار اساتذہ سے مجھے ملاقات واستفادہ کا شرف حاصل رہا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے مسلسلاۃ الحدیث کا درس لیا اور اجازت و سند حاصل کی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب پالن پوریؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد طلحہ صاحبؒ، مفتی مظفر حسین صاحبؒ، مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر العلومؒ، مولانا محمد شاہد حسینیؒ اور مولانا سید محمد عاقل صاحبؒ ناظم اعلیٰ کی مجالس خیر میں الحمد للہ میری شرکت رہی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب 15/ اکتوبر 1937 کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام الحاج مولانا حکیم محمد ایوبؒ ہے۔ آپ کا گھرانہ نیکی وتقویٰ کا مخزن تھا۔ آپ کی تعلیم و تربیت سہارن پور میں ہی ہوئی۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم کے نصاب سے استفادہ کرتے ہوئے 1380ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے معا بعد ہی مدرسہ کی خدمت پر مامور کر دیے گئے اور تا دم آخر مدرسہ کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کی شخصیت کی تعمیر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا بڑا اہم کردار ہے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر رہتے، ان سے روحانی وعلمی استفادہ کرتے، ان کے مضامین نقل کرنے میں ان کی معاونت بھی فرماتے۔ آپ نے حضرت شیخ کے نقش قدم کی بھرپور پیروی کی، ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور اس میں دلوں کو مجلّٰی ومصفّٰی کرنے کا اہتمام کیا۔ اس طرح آپ کو حضرت شیخ کا سچا جانشین کہا جا سکتا ہے۔

تدریس وتربیت کے ساتھ ساتھ آپ نے اہم تصنیفی امور انجام دیے ان میں الحل المفہم کا حاشیہ، الکوکب الدری کا مقدمہ، الفیض السمائی کا حاشیہ، نیز ملفوظات حضرت شیخ وغیرہ آپ کی قلمی وعلمی یادگار ہیں لیکن علمی دنیا میں آپ کی بے نظیر عالمانہ تالیف ''الدر المنضود'' جو ابوداؤد شریف کی شرح نے آپ کو چار دانگ عالم میں شہرت عطا کی۔

موصوف کے پسماندگان میں ان کے ہزاروں شاگردوں کے علاوہ ان کے چھ بیٹے اور بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ ہم ملت اکیڈمی اور جامعۃ الفیصل کی جانب سے ان کے پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے نیز حضرت مفتی صاحب کو ان کا نعم البدل بنائے۔ (آمین)

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی۔استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

قربانی: مادی فوائد اور سماجی اثرات

قربانی! محض ایک مذہبی رسم یا خونریزی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا جامع عمل ہے جو روح کو جلا دیتا ہے، سماج کو جوڑ دیتا ہے، معیشت کو تقویت دیتا ہے اور شریعت کے مقاصد کو پورا کرتا ہے، یوں تو دنیا کے بیشتر مذاہب میں نذر و نیاز کا تصور پایا جاتا ہے، لیکن اسلام میں قربانی کو جو مقام و منزلت حاصل ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قربانی خالص عبادت کا درجہ رکھتی ہے، آج کے جدید، سوشل میڈیا زدہ دنیا میں جہاں ہر چیز کو ROI یعنی Return on Investment کے ترازو میں تولا جاتا ہے، قربانی کے مفہوم کو بھی کچھ لوگ از سرِ نو جانچنے لگے ہیں، اور اسے عقل کے میزان میں تولنے لگے ہیں، جب کہ یہ عشق و محبت کا مظہر ہے، قربانی فقط ذبح کا نام نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ (الحج: 37) (اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ خون، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)، یہ آیت وہ بنیادی تمہید فراہم کرتی ہے جو ہمیں سمجھاتی ہے کہ قربانی دراصل ایک علامت ہے — اندرونی خلوص، جذب دروں، اطاعتِ خداوندی اور اجتماعی شعور کے اظہار کی، گویا خون کی بو نہیں، خلوص کی خوشبو مطلوب ہے۔

لیکن اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ محض باطنی پہلو پر قناعت نہیں کرتا، وہ ہر عمل کو ایسے ڈھانچے میں ڈھالتا ہے جس سے فرد بھی نفع پائے، اور سماج بھی سنورے؛ لہٰذا قربانی کا یہ خالص روحانی عمل، اپنی ظاہری صورت میں بھی بے شمار فوائد کا حامل ہے، اسلامی فقہ کے ماہرین جب "مقاصد شریعت" پر گفتگو کرتے ہیں تو وہ پانچ بڑے مقاصد کا ذکر کرتے ہیں:

1. حفظ الدین (دین کا تحفظ)
2. حفظ النفس (جان کا تحفظ)
3. حفظ المال (مال کا تحفظ)
4. حفظ العقل (عقل کا تحفظ)
5. حفظ النسل (نسل کا تحفظ)

دلچسپ امر یہ ہے کہ قربانی بیک وقت کم از کم تین اہم مقاصد کو براہِ راست پورا کرتی ہے:

دین کا تحفظ: قربانی شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس کا احیاء دین کے علانیہ اظہار کی صورت ہے، خصوصاً ہندوستان جیسے تنوع سے بھرپور ملک میں۔

مال کا تحفظ اور اس کا تزکیہ: مال سے جانور خریدا جاتا ہے، یعنی مال خرچ ہوتا ہے، مگر اس سے نفس کی تطہیر، غربا کی امداد، گوشت کی فراہمی اور معیشت کا ایک مکمل نظام بنتا ہے، گویا مال کا صرف خرچ نہیں، circulate ہونا، flow میں آنا — یہی اسلامی معاشیات کی روح ہے۔

نفس کی تطہیر: انسان جب جانور کے سامنے چھری چلاتا ہے تو دراصل اپنی انا، بخل، اور غفلت پر چھری چلاتا ہے،

گویا قربانی نفس کا مجاہدہ ہے، جو مادی بھی ہے اور معنوی بھی، اور انسان کی جان جانور کی قربانی کے عوض محفوظ کر دی گئی، یہ اس کا شکرانہ ہے۔

بعض روشن خیال طبقے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قربانی میں صرف جانور ضائع ہوتا ہے، ماحول خراب ہوتا ہے اور صرف خون بہتا ہے، اس سے غربت نہیں مٹتی، جب کہ یہی لوگ افطار پارٹی میں ہزاروں اڑاتے ہیں، اور خالص دنیا داری میں تو کروڑوں، یہاں عبدیت کا امتحان ہے، جس سے عقلیت پرستی مانع ہوتی ہے، غور کریں تو قربانی خالص عبادت ہونے کے ساتھ ایک نفع بخش معاہدہ ہے — خدا کے ساتھ بھی، سماج کے ساتھ بھی، اور اپنی ذات کے ساتھ بھی۔

قربانی کی معاشی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کو عبادت کے ساتھ ہی ایک معاشی سرگرمی (economic activity) کے طور پر بھی دیکھیں، یہ محض ایک دن یا تین دن کا عمل نہیں بلکہ ہفتوں پہلے سے معاشی سرگرمیاں شروع ہو جاتی ہیں اور ہفتوں بعد تک جاری رہتی ہیں، جس کے کئی پہلو ہیں:

1. جانوروں کی خرید و فروخت:

دیہی کسان مہینوں پہلے جانور پالتے ہیں، ویشی منڈیاں سجتی ہیں، جن میں نقل و حمل، چارہ، خیمے، مزدور سب جڑ جاتے ہیں، لاکھوں کروڑوں روپے کا لین دین ہوتا ہے، جو دیہی معیشت میں نئی جان ڈالتا ہے۔

2. قصاب اور مزدور طبقہ:

عید الاضحیٰ کے دنوں میں قصاب سب سے مصروف اور 'بزنس کلاس' کے مسافر بن جاتے ہیں، مزدور، صفائی والے، گوشت بنانے والے، سپلائی چین میں ہر کوئی شامل ہو جاتا ہے۔

3. چمڑے کی صنعت:

کھال جمع کرنے والے NGO یا تاجر، تنی ہوئی رسیوں کے ساتھ ہر گلی میں حاضر ہوتے ہیں، بھارت میں چمڑا ایک بڑی صنعت ہے، جو لاکھوں ہنر مندوں کو روزگار دیتی ہے — مسلمانوں، دلتوں، اور دیگر کمزور طبقات کو، جوتے، بیلٹ، بیگ، فائل کور، حتیٰ کہ گاڑی کے سیٹ کور وغیرہ اسی چمڑے سے تیار ہوتے ہیں، افسوس کہ مسلمانوں کی اس نفع بخش تجارت پر شب خوں مار دیا گیا۔

4. خواتین کی گھریلو معیشت:

کلیجہ، پائے، مغز، گوشت محفوظ کرنا، اچار بنانا — یہ سب وہ سرگرمیاں ہیں جو گھریلو خواتین کی دستکاری اور پکوان کو بڑھاتی ہیں، گھر گھر گوشت تقسیم ہوتا ہے، مہمان آتے ہیں، خواتین کی باورچی خانہ کی معیشت سرگرم ہو جاتی ہے، اور لاتعداد لوگوں کو قربانی کے دنوں میں اور بعد تک مفت کھانا نصیب ہوتا ہے۔

5. گوشت کی معیشت:

گوشت بیچنے والے، فرج اور ڈیپ فریزر بنانے والی کمپنیاں، برف والے، مصالحہ فروش، یہاں تک کہ باربی کیو چارکول والے بھی مستفید ہوتے ہیں۔

6. شہری و دیہی روابط:

شہر والے دیہات سے جانور منگواتے ہیں، یا وہاں جا کر خریداری کرتے ہیں، دیہی علاقوں میں نقدی آتی ہے، جس سے مقامی بازاروں میں جان آتی ہے، افسوس کہ گاؤ رکھشکوں نے بیڑا غرق کر رکھا ہے، ایک جانور کی محبت میں مسلمانوں پر ہجومی حملے کرتے ہیں اور ملک کی معیشت کی بھی

کمر توڑتے ہیں:

بایں عقل و دانش بباید گریست

7. زکوٰۃ وصدقات کی تکمیلی صورت:

قربانی کے گوشت سے وہ لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں جنہیں عام حالات میں گوشت نصیب نہیں ہوتا، اور زکوٰۃ وصدقات کے مقاصد یعنی غریبوں کی حاجت براری کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے۔

8. ماحول اور صفائی:

اگر بلدیاتی ادارے اپنی ذمہ داری نبھائیں تو یہ موقع صفائی، ماحولیات اور مشترکہ خدمت کا بہترین ماڈل بن سکتا ہے۔

قربانی کا تصور یہاں ہندو بھائیوں کو بھی جانوروں کی افادیت کے نئے رخ سے روشناس کراتا ہے، سیاسی رکاوٹوں، میڈیا کے پروپیگنڈے، اور سماجی دباو؟ کے باوجود مسلمان قربانی کرتے ہیں — یہ مذہبی آزادی کا ایک عملی اظہار ہوتا ہے، مسلمانوں کی معاشی شرکت اور احترامِ قانون کے ساتھ قربانی ہندوستانی جمہوریت کا ایک خوبصورت نمونہ بن سکتی ہے، اگر قربانی کے جانور پہلے سے پالے جائیں، قدرتی چارے پر رکھے جائیں، اور صفائی کے اصول اپنائے جائیں تو یہ ایک ماحول دوست environment friendly عمل بن سکتا ہے، گوشت کا بقیہ حصہ compost میں تبدیل ہوسکتا ہے، ہڈیاں کھاد یا جانوروں کی خوراک میں استعمال ہوسکتی ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قربانی صرف ایک ذبح کا عمل نہیں، یہ ایک جامع، ہمہ گیر، بہبود پر مبنی نظامِ خیر ہے، یہ مال کی طہارت ہے، نفس کی تربیت ہے، سماج کی تنظیم ہے، اور معیشت کی توانائی کا ذریعہ ہے، یہ شعور کی بیداری ہے، خلوص کا اظہار ہے، اور مقاصدِ شریعت کا عملی مظہر ہے۔

ویسے بھی انسانی فطرت اور جبلّت کے اہم تقاضوں میں غذا بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور گوشت خوری اس غذا کا ایک فطری، تاریخی اور ثقافتی عنصر ہے، مختلف مذاہب نے اسے کبھی عبادت کا ذریعہ بنایا، کبھی روحانی مجاہدہ کا موقع، اور کبھی اخلاقی آزمائش کا میدان، اسلام میں گوشت خوری کو نہ صرف مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ قربانی، ذبیحہ اور حلال کے اصولوں کے ذریعے اسے تزکیہ نفس، اطاعتِ رب، اور سماجی خیرات سے جوڑ دیا گیا ہے، یوں گوشت خوری محض ایک حیوانی عمل نہیں، بلکہ ایک اخلاقی وروحانی تجربہ بن جاتا ہے، جو غربت کے خلاف ایک علامتی مزاحمت بھی ہے، اور نفس پر غلبے کا مظہر بھی، ہم دیگر مذاہب کی بات کریں تو یہودیت میں گوشت خوری کا تصور اگرچہ موجود ہے، مگر اسے سخت شرعی قوانین (کوشر) کے تحت منضبط کیا گیا ہے، یہودی صرف ان جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جو مخصوص صفات کے حامل ہوں، اور جنہیں ایک ماہر ذبیحہ کار شرعی طریقے سے ذبح کرے، خون کا مکمل اخراج ضروری ہے، اور گوشت و دودھ کو کبھی ایک ساتھ نہیں کھایا جا سکتا، کوشر گوشت صرف غذائی عنصر نہیں، بلکہ یہودی تہذیب، عبادت اور طرزِ حیات کا ایک اہم جزو ہے، خاص ایام اور تہواروں میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، جیسے عید الفصح کے مواقع پر، جہاں گوشت خوری مخصوص شرائط کے تحت انجام دی جاتی ہے، یہ عمل بھی یہود کے مذہبی قوانین خورونوش "کشروت" کے تابع ہے، وہ کھانے جو ہلاخاہ (تحریری اور زبانی توریت پر مشتمل یہودی قوانین کے مجموعہ) کے مطابق حلال ہیں انھیں کوشر کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف، مسیحیت میں گوشت خوری کی عمومی

اجازت پائی جاتی ہے، البتہ کیتھولک عیسائی ''لینٹ'' جیسے روحانی ایام میں اس سے پرہیز کرتے ہیں، گویا روحانی ریاضت کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں، ہندومت میں معاملہ تہذیبی وزمانی تبدیلیوں کے ساتھ بدلتا رہا— ویدک دور میں یگیہ کی قربانیوں میں گوشت کا استعمال عام تھا، ہندومت میں پانچ عظیم قربانیاں، جنہیں پنچ مہا یگیہ کہا جاتا ہے، زندگی کے مختلف شعبوں میں فرض کی ادائیگی اور روحانی پاکیزگی کا مظہر ہیں، بھووت یگیہ تمام جانداروں — جانوروں اور پرندوں— کے ساتھ شفقت کا اظہار ہے، جب کہ پتھری یگیہ آبا واجداد کی روحوں کے لیے خراج عقیدت ہے، دیو یگیہ دیوتاؤں کے حضور عقیدت کے اظہار کا ذریعہ ہے، جس میں ویدک منتر اور آہوتی شامل ہوتی ہے، برہم یگیہ علم کی بقا، ویدوں کی تعلیم و تدریس اور روحانی پاکیزگی کا مظہر ہے، اور اتھی یگیہ مہمان نوازی، دردمندی اور انسان دوستی کی اعلیٰ مثال ہے، یہ تمام یگیہ ہندو عقیدے میں کائناتی توازن، اخلاقی ذمہ داری اور روحانی ارتقاء کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔

مگر بدھ مت وجین مت کے اثر سے ''اہنسا'' کا تصور عام ہوا اور اس نے سب کچھ بدل دیا، یہاں تک کہ گائے کے ذبیحہ کو قومی و مذہبی تقدیس کا عنوان بنا دیا گیا، آج ہندوستانی تناظر میں یہ اختلاف مذہبی آزادی، ثقافتی کشمکش اور سماجی ہم آہنگی کا حساس سوال بن چکا ہے، جہاں گوشت خوری صرف غذا نہیں، ایک نظریاتی بیانیہ اور تشخص کی علامت بن چکی ہے؛ اس لیے مذاہبِ عالم میں گوشت خوری کو صرف جسمانی تغذیہ نہیں بلکہ ایک تہذیبی، روحانی اور تمدنی علامت کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا، اور اسی اعتبار سے قربانی کی اسلامی روح سے برادران وطن کو واقف کرانے کے ساتھ ہی قربانی کے عمل میں احتیاط کے تمام تر تقاضوں کی رعایت کرنا حکمت و دانش مندی کی بات ہوگی۔

☆☆☆

بسمل صابری

غزل

وہ عکس بن کے میری چشمِ تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

پیام بر ہے وہی تو مری شبِ غم کا
وہ اک ستارہ جو چشمِ سحر میں رہتا ہے

کھلی فضا کا پیامی، ہوا کا باسی ہے
کہاں وہ حلقۂ دیوار و دَر میں رہتا ہے

جو میرے ہونٹوں پہ آئے تو گنگناؤں اسے
وہ شعر بن کے بیاضِ نظر میں رہتا ہے

گذرتا وقت مرا غمگسار کیا ہوا
یہ خود تعاقبِ شام و سحر میں رہتا ہے

مرا ہی روپ ہے تو غور سے اگر دیکھے
بگولہ سا جو تری رہگزر میں رہتا ہے

نہ جانے کون ہے جسکی تلاش میں بسمل
ہر ایک سانس مرا اب سفر میں رہتا ہے

سید نوید جعفری۔حیدرآباد

حیدرآباد دکن عرصۂ قدیم سے ہی علم وادب کا گہوارہ رہا ہے

حیدرآباد دکن عرصۂ قدیم سے ہی علم وادب کا گہوارہ رہا ہے بہمنی دور اردو شاعری کا نقطہ آغاز ہے قطب شاہی دور و عادل شاہی دور میں اردو شاعری کو خوب پزیرائی ملی اور پھر سلاطینِ آصفیہ کی سرپرستی اور قدردانی نے اس کو بام عروج پر پہنچایا پھر سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد لکھنو اور دہلی کا اردو مرکز حیدرآباد دکن منتقل ہوگیا اس طرح شہرِ حیدرآباد دکن کے اردو مشاعروں کو اردو ادب میں خاص مقام حاصل ہوگیا خاص کر حیدرآباد دکن کے اردو مشاعرے کو دوسری زبانوں میں ہونے والے مشاعروں سے زیادہ اردو زبان کے مشاعروں کو اہمیت حاصل ہے لیکن آئے دن مشاعروں کا رنگ بدلنے لگا روایت بدلنے لگی ہے اور اب مشاعرے ادب کی علامت سے ہٹ کر بے ادبوں کی زینت بنتے جارہے ہیں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ کسی بھی اردو مشاعرے کی صدارت ایسے شخص کو دی جانی چاہئے جو اردو شاعری میں مہارت رکھتا ہو اور ہر شعر کی باریکی کو سمجھتا ہو کیونکہ وہ مشاعرے میں بطور جج رہتا ہے لیکن اب حالات بدل چکے ہیں جس نے زیادہ چندہ دیا ہو یا جسکا رتبہ زیادہ ہو وہی اب صدر مشاعرہ بن جاتا ہے یا بنادیا جاتا ہے اسکے علاوہ آئے دن سرکاری یا غیر سرکاری تنظیموں کی سطح پر ہونے والے مشاعرے پیسے کمانے اور شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بن چکے ہیں جس طرح سے پہلے نکڑوں پر سرکس ہوا کرتے تھے اب وہی سرکس مشاعروں میں دیکھنے کو مل رہی ہے کسی اور کے لکھے ہوئے یا چوری کئے ہوئے اشعار کو پڑھنا کچھ لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے اور کچھ لوگ تو انتقال کرچکے شعراء کے گھروں کو جاکر انکے غیر بیان کردہ یا غیر طبع شدہ کلام کو لے کر صرف ان اشعار میں سے حقیقی شاعر کا نام ہٹا کر اپنا تخلص شامل کرتے ہوئے واہ واہی لوٹ رہے ہیں اور کچھ ایسے زبردستی کے شعراء بھی ہیں جو مشاعروں میں پڑھنے کے لئے منتظمین کو پیسے دے کر انھیں بار بار فون کر کے کر کے یاد دلاتے ہیں کہ ہم کو مدعو کیا جائے ہم اپنے ہی خرچہ پر آجائیں گے ہم کو ہدیہ بھی نہیں چاہئے ایسے شعراء ہی اسٹیج حاصل کررہے ہیں کچھ سال پہلے تک شعراء کو بلایا جاتا تھا اور انہیں ہدیہ کے علاوہ زادراہ یعنی سفری الاونس دیا جاتا تھا لیکن اب یہ صورت بدل چکی ہے جسے شاعری کرنے کی کھجلی ہو وہ مشاعرے میں پڑنے کے لئے منتظمین کو خود پیسے دے دلا کر کہ آپ مجھے مہمان شاعر بنایئے بدلے میں ہم آپ کو مہمان شاعر کے طور پر مدعو کریں گے اسطرح یہ اسٹیج پر چڑھ رہے ہیں بات یہیں نہیں رکتی ہے جب اسٹیج پر کوئی شاعر پہنچ بھی جاتا ہے تو داد لینے کے لئے ناظم مشاعرہ کی چاپلوسی درکار ہوتی ہے یا ہاتھ گرم کرنے پڑتے ہیں اور حیدرآباد میں کچھ ایسے بھی ناظم مشاعرہ ہیں جو واقعی میں بے ادب ہیں اور خوامخواہ واہ واہ کے جملے کستے ہوئے شعراء کو پڑھنے ہی نہیں دیتے آج کے مشاعروں کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ یہاں کچھ کنٹراکٹ شاعر ہوتے ہیں جو دوسرے شعراء کے ساتھ کنٹراکٹ کرلیتے ہیں کہ تو مجھے بلا میں تجھے بلاونگا تو میری قیمت بڑھا میں تیری قیمت بڑھاونگا اس طرح سے اچھی شاعری کرنے والے اور ایماندار شعراء کو مشاعروں سے دور

کردیا جاتا ہے ایک طرف شعراء کا یہ حال ہے تو دوسری طرف منتظمین بھی مشاعروں کو ایک سیزن مانتے ہیں جس میں وہ کچھ پیسے بچانے کے چکر میں رہتے ہیں، مقامی چندہ اکاڈمی کا چندہ سیاستدانوں سے چندہ مالداروں سے چندہ لے کر مشاعرے کا دھندہ بنا چکے ہیں اور اسکے عوض میں کم از کم اچھے اور قابل شعراء کو بلانا بھی گوارہ نہیں کررہے ہیں اب مشاعرے مزاحیہ نہیں بلکہ مشاعرہ خود ایک مذاق بن چکے ہیں ایک اور شکایت یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ خواتین شعراء کو ان کے کلام اور شاعری کے معیار کو دیکھ کر نہیں بلکہ فیشن اور خوبصورتی کو دیکھ کر بلایا جاتا ہے جیسا کہ ٹی وی کے اشتہارات میں ماڈل کا استعمال کیا جاتا ہے یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج کل شعراء میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی ایک روایت بن گئی ہے جیسے کہ ایک دوسرے پر متشاعر ہونے کے الزام لگانا استاد کا کلام یا والد کا کلام کہکر دوسرے شعراء کا مذاق بنانا وغیرہ جو شعراء ادب ثقافت روایت اور تہذیب کو ترجیح دیتے ہیں ان مشاعروں سے انہیں پوری طرح سے دور کیا جارہا ہے اور دیکھا گیا ہے کہ کچھ تنظیمیں مشاعرہ کے نام پر شعراء کو بلا کر انہیں اسٹیج سے اور سامعین میں سے اپنے طئے شدہ پروگرام کے تحت شعراء کا مذاق بناتے ہیں ان پر جملے کسے جاتے ہیں انہیں پڑھنے نہیں دیا جاتا اور کہیں مشاعروں کے نام پر بلا کر طویل تقاریریں اور افسانے سنائے جاتے ہیں یہی نہیں مشاعروں کی نیوز لکھنے والے ماہرین اپنی نیوز کو اپنی پسند ناپسند ظاہر کرنے اور اپنی اہمیت ظاہر کرنے کا ایک زریعہ بنالتے ہیں یعنی کس شاعر کو نیوز میں کہاں جگہ ملنی ہے؟ کس کو نیوز سے غایب کردینا ہے یہ سب ان کے فن کی مہارت کا حصہ ہوتا ہے، جس کو وہ مشاعروں کی نیوز بنانے میں بخوبی استعمال کرتے ہیں جو ہندی میں لکھ کر اردو میں اچھل اچھل کر شعر کہتے ہیں اور شعر کہتے کہتے ناچ ناچ کر شاعری کرتے ہیں انہیں ترجیح دی جارہی ہے پہلے سیاست میں چاپلوسی تھی اب ادب میں بھی چاپلوسی اپنی جگہ بنا چکی ہے ان تمام حالات کا پس منظر دیکھا جائے تو اب سینئر شاعروں کو اس سلسلے میں کھل کر آواز بلند کرنی ہوگی ورنہ شاعری بھی مکاری بن کر رہ جائیگی ”جو کبھی تھا ابھی کل کی بات ہے کہ مشاعرے کا اسٹیج کسی بھرے پرے دیہات کی چوپال جیسا تھا اسٹیج پر رونق افروز محترم شعراء کسی دیومالائی کردار معلوم ہوتے تھے ان زندہ کرداروں کی موجودگی میں تہذیب اس طرح پھلتی پھولتی تھی جیسے برسات کے دنوں میں عشق پیچاں اونچی اونچی دیواروں کا سفر طے کرتا ہے تھا مگر آج مشاعروں میں جو مغرب کے بعد شروع ہونا تھا مگر پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق چار گھنٹے تک ادبی اجلاس و تقاریر ہوتی ہیں اور مشاعرہ رات دس بجے شروع ہوتا ہے تب تک کچھ شعراء بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور صرف کچھ ہی رہ جاتے ہیں اور صدر مشاعرہ کو صبح آفس جانا ہوتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ صرف پانچ شعر سنائیں جائیں یوں یہ مشاعرہ صرف آدھے گھنٹے میں یعنی ساڑے دس بجے یہ مشاعرہ ختم، بقول ڈاکٹر شعور آعظمی مرحوم کے *”مختصر پڑھنے کی کیوں شاعر سے فرمائش رہے*

*اتنے ہی شاعر بلائیں جتنی گنجائش رہے“ *

مشاعرہ کتنا بھی اچھا ہونے کے باوجود شعراء کرام کی تشفی نہیں ہوپاتی بقول کسی شاعر کے

ہے شام ابھی کیا ہے بہکی ہوئی باتیں ہیں

* کچھ رات ڈھلے ساقی مئے خانہ سنبھلتا ہے*

اور ہمارا کہنا یہ بھی ہے کہ ادبی اجلاس کے مقررین کو بھی رک کر مشاعرہ سننا چاہیے جبکہ وہ اپنی تقاریر ختم کرکے نکل کر چلے جاتے ہیں اور شعراء کرام آپس میں خود ہی نپٹ لیتے ہیں شاعری اور موسیقی ایسی چیزیں ہیں جن کا صحیح لطف رات میں آتا ہے ہم نے بعض یادگار مشاعرے سنے ہیں جو بالعموم ہفتے کی رات کو منعقد ہوتے تھے مشاعرے کا وقت دعوت ناموں اور

اشتہارات میں نو بجے لکھا جاتا تھا لیکن اصل مشاعرہ (مہمانان خصوصی کی تقاریر کے بعد) تقریباً دس بجے کے بعد ہی شروع ہوتا تھا گیارہ بجے کے بعد مشاعرہ کا رنگ جمتا تھا منتظمین خود نہیں جانتے تھے کہ مشاعرہ ختم کب ہوگا کبھی دو بجے شب کبھی ڈھائی تین بجے کبھی کبھی تو اتنی دیر ہوجاتی کہ یار لوگ راستے میں بعض شب بیدار ہوٹلوں میں نہاری کلچے کھاتے ہوئے جاتے اور گھر پہنچتے ہی لمبی تان کر سوجاتے اور دیر سے اٹھ کر اتوار کی چھٹی کا مزہ لیتے آج کل نہ ویسے نامی گرامی مہمان شعراء ہیں نہ لوگوں کو اتنی فرصت ہے رات بھر جاگنا قیامت ہے ویسے تو ہم ابھی تک سنئیر سٹیزن کی لسٹ میں شامل نہیں ہوئے مگر چونکہ علامہ قدر عریضی علیہ رحمتہ سے قریبی رشتہ داری اور قرابت داری تھی اور میری والدہ محترمہ خود شاعرہ تھیں اور سعیدہ نکہت تخلص کرتی تھیں اور ادارہ قدرِ ادب کے دو بیتی مشاعروں میں پسِ پردہ اپنا طرحی کلام سناتی تھیں چنانچہ ہمارے گھر میں شعروشاعری سے سبھی کو لگاؤ رہا ہے اس لئے ہم بہت چھوٹی سی عمر سے ہی مشاعرہ سنتے اور دیکھتے آئے ہیں مشاعرے کی اولین یادوں میں حیدرآباد کے ایک مشاعرے کی ہے جو شاید 1975ء میں ہوا ہوگا اس مشاعرے میں اور کئی معروف شعراء کے علاوہ اپنے وقت کے سُپر اسٹار اداکار محترم جناب دلیپ کمار صاحب بھی شریک تھے جس میں سعید الشعراء علامہ سعید شہیدی صاحب نے اپنی معروفِ زمانہ غزل ''*اب کیا غزل سناؤں تجھے دیکھنے کے بعد** کیسے سکون پاؤں تجھے دیکھنے کے بعد*'' سنائی تھی تو معروف اداکار دلیپ کمار صاحب جھومنے لگے اور اُٹھ کر سعید شہیدی صاحب کو گلے لگا لیا اس طرح اس مشاعرہ کو سعید شہیدی صاحب نے لوٹ لیا اور انکو سامعین اور دلیپ کمار صاحب کے اصرار پر بار بار سنا گیا ایک اور شنکر شاد مشاعرہ ہوتا تھا اس کی نوعیت بھی ایک عرصے تک ہند و پاک مشاعرہ کی رہی شاید 1978ء میں اس مشاعرے کی صدارت اس وقت کے وزیر خارجہ اٹل بہاری واجپائی کررہے تھے اس مشاعرے میں پاکستان کے ایک شاعر مدعو تھے جن کی والدہ لکھنؤ میں رہتی تھیں اس شاعر کو صرف دہلی تک کا ہی ویزا ملا تھا مشاعرہ میں اسٹیج پر پاکستانی شاعر واجپائی جی کے قریب بیٹھے تھے انھوں نے موقع پاکر واجپائی جی سے کہا کہ میں ہندوستان آکر بھی والدہ سے نہیں مل سکوں گا کیونکہ مجھے صرف دہلی کا ویزا ملا ہے واجپائی جی یہ بات سن کر خاموش ہوگئے جب واجپائی صدارتی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو پہلے انھوں نے اردو زبان اور مشاعروں کی روایت کے بارے میں کچھ باتیں کہیں پھر یکا یک مجمع سے مخاطب ہوئے اور پوچھا ''دوستو! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں مجھے بتایئے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی حکومت ہے جو ماں کی ممتا اور بیٹے کی محبت کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہوسکے ہمارے ایک پاکستانی دوست ہیں جن کی ماتا جی لکھنؤ میں رہتی ہیں اور یہ پاکستانی دوست ان سے ملنا چاہتے ہیں لیکن اُن کا ویزا صرف دہلی تک ہے میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ لکھنؤ جائیں گے اور اپنی ماں سے ملیں گے اور'' آناً فاناً میں ان کا لکھنؤ جانے کا بندوبست ہوگیا مشاعرہ ہماری تہذیب کی علامت ہے لیکن اس طرح یہ مشاعرہ ایک انسان دوستی کا مظہر بھی بن گیا یہ مشاعرہ کا فیض تھا کہ ایک شاعر کی وزیرِ خارجہ سے اسٹیج پر بیٹھے بیٹھے بات بھی ہوگئی اور اس کا کام بھی بن گیا ورنہ نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے خود ہمارے شہرِ حیدرآباد میں ادبی ٹرسٹ اور شنکر جی مشاعرے عالمگیر شہرت کے حامل رہے ہیں ان سے ہونے والی آمدنی سے کئی فلاحی کام ہوئے ادیبوں شاعروں کی معاشی اور علاج معالجہ کے لئے امداد ہوئی مرحوم اور زندہ نادر شعراء کے کلام کو مفت شائع کیا گیا عابد علی خاں صاحب اور محبوب حسین جگر اور ادارہ سیاست نے بھرپور تعاون کیا ملک اور بیرون ملک کے شاعر جمع ہوئے مینا کماری اور کیفی آعظمی

اداکارہ شبانہ آعظمی بھی ان مشاعروں میں شریک ہو چکی ہیں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک مشاعرہ 1976ء میں ہوا تھا جس میں دلیپ کمار اور سائرہ بانو بھی آئے تھے اس کی نظامت شاذ تمکنت نے کی تھی اس مشاعرے میں دلیپ کمار نے اختر الایمان کی ایک نظم اپنے مخصوص انداز میں پڑھی تھی جو کہ بے حد پسند کی گئی تھی، مشاعرے کی نظامت بھی ایک آرٹ سے کم نہیں جس طرح شعراء کو آمد ورفت کا خرچ دے کر بلایا جاتا ہے اسی طرح ناظم مشاعرہ کو انکے وقت کی قیمت کے علاوہ آمد ورفت اور قیام وطعام کے انتظام کے ساتھ بلایا جاتا تھا زبیر رضوی ملک زادہ منظور احمد اور ثقلین حیدر بحیثیت ناظم بے حد مقبول و مشہور ہوئے دلچسپ باتیں اور نوک جھونک سے بھی مشاعروں میں رنگینی پیدا ہوتی تھی ہلکی پھلکی ہوٹنگ بھی مشاعروں میں مزہ دے جاتی تھی ایک بار جوش صاحب کلام سنا رہے تھے کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے کہا ''کمبخت پٹھان ہو کر بھی کیا اچھے شعر کہتا ہے'' جوش صاحب نے برجستہ کہا ''اور یہ کم بخت سردار ہو کر بھی کیا اچھی داد دے رہا ہے'' اسی طرح ایک صاحب غزل سنا رہے تھے جس کی زمین تھی کہ رات کیا کیا بات کیا کیا انھوں نے مصرعہ پڑھا 'یہ دل ہے یہ جگر ہے یہ کلیجہ' مجمع سے آواز آئی 'قصائی دے گیا سوغات کیا کیا' اسی طرح کے ایک مشاعرے کے ہم بھی گواہ ہیں کہ ایک نہایت ہی بزرگ شاعر (احقر انکا لینا مناسب نہیں سمجھتا) مشاعرے میں اپنی غزل سنا رہے تھے جس کی زمین تھی چل میاں، نکل میاں، جوں ہی وہ مقطعہ پر پہنچے معروف استادِ سخن حضرت الطاف صمدانی علیہ رحمتہ نے اپنے انتہائی پُر لطف اور بے ساختہ انداز میں کہا * چل میاں * جس سے پوری محفل قہقہوں سے گونجنے لگی، اسس طرح ایک اور ضعیف العمر شاعر اپنا کلام سنا رہے تھے مطلع تھا

* نکلنے کو تو دل کی آرزو اے نازنیں نکلی *

* مگر جیسی نکلنی چاہئے ویسی نہیں نکلی *

کسی منچلے نے آواز لگائی ''حضور! اس میں نازنین کا کوئی قصور نہیں'' ایک زمانے میں آکاش وانی لکھنؤ اور آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد کے رات کے پروگرام 'نیرنگ' اور دہلی سے بڑے اچھے اردو مشاعرے نشر ہوتے تھے جس کو میرے والدِ مغفور بڑے شوق سے اور بپابندی سنتے تھے اور لامحالہ ہم کو بھی سننا ہی پڑتا تھا اور علامہ قدر عریضی کے مکان اور ادارہ قدر ادب کے دفتر حسینی علم کے مشاعرے ہم بپابندی شریک رہتے یوں ہم کو بچپن ہی سے مشاعرے سننے کی لت سی لگ گئی تھی ایک اور مشاعرہ بمبئی میں ہوا تھا جو طرحی تھا مخدوم محی الدین نے اپنی پہلی طرحی غزل وہیں پڑھی تھی اس کے بعد انھوں نے کم وبیش بیس اکیس (۲۱) طرحی غزلیں کہیں جو بہت مقبول ہوئیں آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اردو مشاعروں کی حویلی دیکھتے دیکھتے ہی کیسی ویران ہوتی جا رہی ہے حویلی کی منڈیروں پر رکھے ہوئے قدیم چراغ ایک ایک کر کے بجھتے جا رہے ہیں ایوان ادب کی طرف لے جاتی ہوئی سب سے خوبصورت، پروقار اور پرکشش پگڈنڈی کتنی سنسان ہو چکی ہے خدا کرے کسی بھی زبان پر ایسا بُرا وقت نہ آئے کوئی کنبہ ایسے نہ بکھرے، کسی خاندان کا اتنی تیزی سے صفایا نہ ہو کسی قبیلے کی یہ دُردشا نہ ہو ابھی کل ہی کی بات ہے کہ مشاعرے کا اسٹیج کسی بھرے پرے دیہات کی چوپال جیسا تھا اسٹیج پر رونق افروز محترم شعرا کسی دیو مالائی کردار معلوم ہوتے تھے ان زندہ کرداروں کی موجودگی میں تہذیب اس طرح پھلتی پھولتی تھی جیسے برسات کے دنوں میں عشق پیچاں اونچی اونچی دیواروں کا سفر طے کرتا ہے آپ ہم سے اتفاق کریں یا نہ کریں آج کل ہمیں مشاعروں میں وہ کیفیت محسوس نہیں ہوتی جو پہلے ہوا کرتی تھی پھر بھی ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے جدید شاعر نہ صرف اچھے شعر کہیں گے بلکہ مشاعرے کی روایت کو بھی قائم رکھیں گے۔

☆☆☆

مفتی امداد الحق بختیار قاسمی۔ استاذ حدیث وشعبہ افتاء دارالعلوم حیدرآباد

اسلام، امن وسلامتی کا سب سے بڑا داعی ظلم اور دہشت گردی کا سب سے زیادہ مخالف

پہلگام میں ہونے والی دہشت گردانہ کاروائی، سفاکیت، حیوانیت اور بدترین قسم کی درندگی ہے، یہ انسانیت کے پیشانی پر یک بدنما داغ ہے، معصوم لوگوں کے قتل کرنے والے انسانی شکل میں درندے ہیں، ان کی درندگی کا جواب دینا تمام انسانیت کے انصاف کے لیے بہت ضروری ہے۔

اسلام اس طرح کی بربریت کی سخت مخالفت کرتا ہے، اور ایسے ظالموں کے لیےفوری طور پر سخت سے سخت سزا تجویز کرتا ہے، اسلام میں انسانیت کا احترام اور انسان کی حفاظت تمام چیزوں سے مقدم ہے، یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے؛ بلکہ دنیا کوئی مذہب اس طرح کی ظالمان اور دہشت گردانہ کاروائی کو برداشت نہیں کرتا، جن درندوں نے معصوم کی جان دھجیاں اڑائیں، کتنے سہاگ اجاڑ دیے، کتنے بچوں کے سروں سے ان کے والدین کا سایہ چھین لیا، کتنے گھروں میں صف ماتم بچھادی، کتنی زندگیوں کو اندھیرے میں جھونک دیا، ان تمام درندوں کو فوری طور پر سزائے موت دینی چاہیے اور ایسے ناپاکوں سے زمین کو پاک کیا جانا چاہیے۔

ہندوستان کا ہر شہری چاہے، وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، آج اس بزدلانہ کاروائی پر غم زدہ ہے، اور اس حادثہ کے مہلوکین کے افراد خانہ کے غموں میں پورے طور پر شریک ہے اور دہشت گردوں کے خلاف ایکشن میں حکومت کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔

ہم پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے حقیقی مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کر کے، انہیں ہینگ کر دیا جائے؛ ان کے خلاف ایکشن میں فوج کو اگر ہمارے تعاون کی ضرورت ہے تو آواز دے، ہم خود اپنے ہاتھوں سے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا کام انجام دیں گے۔

انسانوں اور دنیا کی تمام مخلوقات کے بارے میں اسلامی تصور

اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے یہ تصور دیا کہ دنیا کے تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں؛ لہذا وہ سب آپس میں بھائی بہن ہیں، اسلام کے اس تصور سے امن و امان، آپسی تعاون، خیر خواہی کے جذبات کو تقویت ملتی ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ دنیا کے اندر جتنی بھی مخلوقات؛ چاہے وہ انسان ہوں یا ان کے علاوہ، اور انسانوں میں چاہے وہ کسی بھی دین اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، یہ سب اللہ کی فیملی ہیں، اللہ کی نگرانی اور ذمہ داری میں ہیں؛ لہذا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے والا انسان اللہ تعالی کو زیادہ محبوب ہے:

الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله. (شعب الإيمان، فصل في نصيحة الولاة ووعظهم، 7448)

ترجمہ: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک سب مخلوق میں پسندیدہ وہ شخص ہے، جو اللہ کے کنبے کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

نیز اسلام نے ایک دوسرے کے ساتھ رحم وکرم اور اچھے سلوک کی تاکید کرتے ہوئے، یہ بشارت سنائی ہے کہ جو دنیا میں لوگوں پر رحم کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوگی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (سنن ترمذی، باب ما جاء في رحمة المسلمين، 1924)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اسلام ہر طرح کے تشدد، ظلم و زیادتی اور فتنہ وفساد کی مخالفت کرتا ہے، اسلام میں دین کے نام پر کسی بھی طرح کی بربریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے؛ بلکہ اسلام تو امن وامان اور سلامتی کا سب سے بڑا داعی اور پیامبر ہے۔

اسلام میں ناحق قتل اور اس کی سزاء

اسلام میں انسانیت کے احترام کی تعلیمات بہت اہتمام سے ملتی ہیں، کسی بھی طرح کے ظلم اور زیادتی کو حرام قرار دیا گیا ہے، انسانی جان کی حفاظت کے تاکیدی احکامات دیے گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (151) سورۃ انعام۔

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تمہارے اوپر کن چیزوں کو حرام کیا ہے: تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، بھوک کے ڈر سے اپنی اولاد کا قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں، علانیہ اور پوشیدہ بے حیائی کے قریب مت جاؤ، اور ایسے شخص کا ناحق قتل مت کرو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں وصیت کرتا ہے؛ تاکہ تم سمجھو۔

وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُوراً (33) سورة الإسراء.

ترجمہ: اور ایسے شخص کا ناحق قتل مت کرو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اور جس کو ظلم کی بنیاد پر قتل کردیا جائے، تو ہم نے اس کے اولیاء کو حق دیا ہے (کہ وہ قاتل سے قصاص لیں) لہذا وہ قاتل کو قتل کرنے میں زیادتی سے کام نہ لیں، یقیناً وہ (مقتول کے اولیاء) اس لائق ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔

ناحق ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے

اسلام میں کسی انسانی جان کا بھی ناحق مارنا، کتنا بڑا جرم ہے، اس کا اندازہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (32) سورة المائدۃ۔

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے؛ جبکہ یہ قتل نہ کسی جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو، اور نہ زمین میں کسی فساد کے پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو گویا اس نے تمام انسانوں کا قتل کیا، اور جو کسی جان کو بچائے، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا، اور یقیناً ہمارے رسول ان کے پاس واضح احکام لے کر آئے، پھر بھی ان میں سے اکثر زمین میں حد سے تجاوز کرتے رہے۔

مذہبی منافرت کی بناء پر ظلم

مذہبی منافرت کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے، کسی دوسرے کے مذہب سے نفرت کرتے ہوئے، ان پر ظلم و زیادتی کرنا، اسلام م میں سخت ممنوع ہے، قرآن پاک کی آئندہ آیت سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا۔ سورۃ المائدۃ:۲۔ ترجمہ: کسی قوم نے اگر تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے، تو اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی دشمنی تمہیں ان کے اوپر ظلم کرنے پر آمادہ نہ کرے۔

مومن اور مسلمان کسے کہتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیث کی روشنی میں ہمیں سمجھنا چاہیے کہ کیا ظلم و زیادتی کرنے والے، دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث ہونے والے افراد کا اسلام سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قَالَ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. (مسند أحمد، مسند فضالة عبيد الأنصاري، 23958)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے بیان میں فرمایا: کیا میں تمہیں مومن کے بارے میں بتاؤں؟ مومن وہ ہے، جس سے لوگوں کی جان و مال محفوظ رہیں اور مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔

تمام دہشت گرد قابل مذمت ہیں

پہلگام میں دہشت گردوں کا لوگوں کا مذہب معلوم کر کے ٹارگیٹ کرنے اور ٹرین میں داڑھی ٹوپی دیکھ کر گولی چلانے والے دونوں ایک جیسے ہیں۔

پہلگام کے دہشت گردوں کا کلمہ پڑھنے کا مطالبہ کرنا اور ہمارے ملک میں فرقہ پرستوں کا جے شری رام کہنے پر زبردستی کرنا اور تشدد کرنا، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پہلگام کے دہشت گرد اور تہوار کے موقع پر مسلم دوکانداروں کو اپنے نام کا بورڈ کا لگانے پر مجبور کرنے والے دونوں ایک ہی نفرتی فیکٹری کی پیداوار ہیں۔

پہلگام کے دہشت گردوں اور برقع، داڑھی ٹوپی دیکھ کر عام لوگوں کو نشانہ بنانے والوں میں کوئی فرق نہیں۔

پہلگام کے دہشت گرد اور مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کی ماب لنچنگ کرنے والے، دونوں برابر کے مجرم ہیں۔

پہلگام کے دہشت گردوں اور فلسطین کے معصوم

شہریوں، خواتین اور بچوں کے نسل کشی پر خوشی کا اظہار کرنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پہلگام کے دہشت گرد اور ہمارے ملک میں مذہبی منافرت پھیلانے والے، دونوں بھائی بھائی ہیں۔

پہلگام واقعہ کے دہشت گرد اور مالی گاؤں بم دھماکہ کی ملزم پرگیہ ٹھاکر دونوں بھائی بہن ہیں، جس کے خلاف این آئی اے نے عدالت سے سزائے موت کا مطالبہ کیا ہے۔

پہلگام واقعہ کے دہشت گرد اور بلقیس بانو کا گینگ ریپ کرنے والے دونوں ایک جیسے درندے ہیں۔

ذکیہ جعفری کے سہاگ کو اجاڑنے والے اور پہلگام میں ہماری بہنوں کے سہاگ کو اجاڑنے والے دونوں ایک جیسے دہشت گرد ہیں۔ ہاں یہ سب بھائی بھائی ہیں، نہ یہ ہندو نہ مسلمان ہیں، نہ سکھ نہ عیسائی ہیں، یہ انسان نہیں، جانور ہیں، اور ان جانوروں کا مذہب دہشت گردی اور انسانیت دشمنی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ملک کی حفاظت کے ذمہ داروں اور چوکیداروں سے سوال؟

کی سلامتی، شہریوں کی حفاظت، تمام غلط عناصر پر کڑی نگاہ رکھنا، یہ حکومت اور متعلقہ شعبوں کی ذمہ داری ہے؛ لہٰذا ان معصوموں کے قصوروار جہاں ان کو قتل کرنے والے دہشت گرد ہیں، وہیں ان دہشت گردوں پر قابو نہ پانے والی سیکوریٹی فورسز، ان کا قبل از وقت پتہ لگانے میں ناکام رہنے والی خفیہ ایجنسیز، ان کے سربراہ، وزیر داخلہ اور وزیر اعظم بھی قصوروار ہیں، ان کی ناکامی اور نا اہلی کی وجہ سے ہی دہشت گردوں کے حوصلے بلند ہوئے، صرف دوسروں پر الزام عائد کرنے سے ہم اپنی ذمہ داری اور جوابدہی سے بری نہیں ہوتے۔

آخر وزیر اعظم نے جو تیقن دیا تھا کہ کشمیر سے 370 ہٹنے کے بعد وہاں مکمل طور پر امن وامان ہوگا، اس کاروائی نے اس امن وامان کی پول کھول کر رکھ دی۔ اسی طرح نوٹ بندی کے وقت یہی کہا گیا تھا کہ اس سے دہشت گردوں کی کمر ٹوٹ جائے گی؛ لیکن ان تمام کے باوجود دہشت گردانہ کاروائی رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے۔

خبروں کے مطابق بیس منٹ تک دہشت گردوں نے یہ کاروائی انجام دی، نام پوچھ پوچھ کر قتل وغارت گری کرتے رہے؛ لیکن اتنے طویل وقت کے باوجود سیکوریٹی فورسز کا کوئی نوجوان وہاں نہیں پہنچا۔

کشمیر اور اہل کشمیر پر اس کے برے اثرات

جنت نشان کشمیر جتنا خوبصورت اور دل فریب ہے، وہاں کے لوگ بھی اتنے ہی مہمان نواز اور مددگار (کوآپریٹو) ہیں؛ لیکن آزادی کے بعد سے لے کر اب تک وہاں کے لوگ کسی پائدار امن اور سلامتی سے محروم رہے، ہمیشہ ان پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں؛ جرم کسی اور کا ہوتا ہے، لیکن اس کی سزا انہیں بھگتنی پڑتی ہے۔

حالیہ واقعہ کے بعد بھی جہاں پورا کشمیر سوگ اور غم میں ڈوب گیا، تمام طرح کے کاروبار بند کر دیے گئے، نقل وحرکت بالکل تھم گئی، زندگی ٹھہر گئی، سیاحوں کی وہاں سے واپسی کی وجہ سے ہوٹل سیکٹر، ٹرانسپورٹیشن اور دیگر کاروبار پر جو اثر پڑا اور اس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر ہونے والے نقصانات ایک طرف، دوسری طرف بعض حقیقت سے ناواقف لوگ، کشمیری حضرات کو ہی شک کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں، جو بالکل غلط ہے، نہ صرف اس طرح کے واقعات سے کشمیریوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا؛ بلکہ ان واقعات کے برے نتائج سے وہ خود متاثر ہوتے ہیں۔

مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی۔استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

مقابلہ حسن یا نسوانیت کی نیلامی؟

اس وقت پوری دنیا میں دوطرح کے نظام رائج ہیں: ایک ربانی نظام اور دوسرا شیطانی اور طاغوتی نظام، دنیا بھر میں پائے جانے والے نظام ہائے زندگی انہی دو نظاموں میں منحصر ہیں، ربانی نظام کی نمائندگی دین اسلام کرتا ہے جبکہ شیطانی اور طاغوتی نظام کی نمائندگی اہل مغرب اور دنیا بھر میں پائی جانے والی طاغوتی طاقتیں کرتی ہیں، ربانی نظام خدا و رسول کی تعلیمات کے اردگرد گھومتا ہے، جبکہ شیطانی نظام ابلیس اور انسانوں کی شکلوں میں پائے جانے والے اس کے چیلے شیاطین الانس کے بنائے ہوئے قوانین کے اردگرد گھومتا ہے، قرآن مجید میں ان دو نظاموں اور دو گروہوں کا ذکر ملتا ہے، قرآن اول الذکر کو حزب اللہ اور ثانی الذکر کو حزب الشیطان سے تعبیر کرتا ہے، قرآن نے ان دونوں گروہوں کے انجام سے بھی باخبر کردیا ہے، ربانی نظام اور اس کے علمبرداروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا: **الا ان حزب اللہ هم المفلحون** خبردار اللہ کا گروہ ہی فلاح یاب ہوگا، اسی طرح شیطانی گروہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا: **الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون** خبردار شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے (الحشر)

ان دونوں نظاموں میں زمین و آسماں کا فرق ہے، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک کی بنیاد خالق کائنات کی وحی ہے، جبکہ دوسرے کی بنیاد انسانی اور شیطانی اور شہوانی جذبات ہیں، ایک رب کائنات کا بنایا ہوا ہے، جبکہ دوسرا خود انسانوں کا بنایا ہوا ہے، ایک کی بنیاد ربانیت ہے جبکہ دوسرے کی بنیاد شہوانیت ہے، ربانی نظام توحید وایمان کا علمبردار ہے، جبکہ شیطانی نظام شرک و کفر اور الحاد و دہریت کا طرفدار ہے، ان دونوں نظاموں میں جہاں بہت سے فروق وامتیازات ہیں وہیں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ ربانی نظام شرم وحیا پر قائم ہے، اور عفت و پاک دامنی اس کی روح ہے، جبکہ شیطانی اور طاغوتی نظام فحاشی و بے حیائی کا علمبردار ہے، بے حیائی و فحاشی اس کی خمیر میں شامل ہے، ربانی نظام جس کی نمائندگی دین اسلام کرتا ہے اس کی ساری تعلیمات کا خلاصہ عفت و پاک دامنی اور شرم وحیا کا فروغ ہے، اسلام کی معاشرتی تعلیمات کا سرسری جائزہ بتاتا ہے کہ دین اسلام میں ہر وہ عمل ممنوع ہے جس سے معاشرے میں بے حیائی و فحاشی کو فروغ ملتا ہو، اسلام قدم قدم پر بے حیائی پر روک لگاتا ہے، اور ہر اس خوبی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو حیاء اور پاکیزگی کو پروان چڑھاتی ہو، قرآن مجید میں جگہ جگہ فحاشی و بے حیائی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون** (النحل)

آیت کریمہ میں تین خوبیوں کا حکم اور تین خرابیوں کی ممانعت کی گئی ہے، عدل، احسان اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے، جبکہ دوسری طرف ظلم بغاوت اور ہر قسم کے منکرات سے ممانعت کے ساتھ فحاشی اور بے حیائی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، اسلامی نظام میں ہر اس عمل کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جس سے شرم وحیا کا تحفظ ہوتا ہو اور ناموسِ زن کی حفاظت ہوتی ہو، چنانچہ مردوں کو حکم دیا

گیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، ارشاد ربانی ہے:قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم (النور) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، بدنگاہی کو شیطان کی تیروں میں سے ایک زہر علی تیر قرار دیا گیا،جس سے شیطان انسان پر حملہ آور ہوتا ہے،خواتین کو پابند کیا گیا کہ وہ بلا ضرورت گھر سے نہ نکلیں اور اور جب نکلنا ناگزیر ہو جائے تو پردے کا خوب اہتمام کریں،ارشاد ربانی ہے: یدنین علیھن من جلابیبھن (الاحزاب) اے نبی صلی االلہ تعالی علیہ وسلم اپنی ازواج اور مومنین کی عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈالی رکھیں۔اسی طرح اجنبی مرد وخواتین کے اختلاط سے منع کیا گیا،جس سے ماحول میں بے حیائی عام ہوتی ہو، ہر وہ تقریب جس میں مرد وخواتین کا بے محابہ اختلاط ہوتا ہو اس میں شرکت سے روکا گیا،حجاب کو ناموس نسوانیت کا محافظ اور خواتین کے شرف و وقار کا ضامن قرار دیا گیا،خواتین کے لیے حجاب اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز اور دیگر عبادات فرض ہیں، اسلام کا مقصد ایک پاکیزہ اور پاک دامن معاشرہ کی تشکیل ہے،اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پر روک لگی رہے،اور شرم و حیا کے تقاضوں کی تکمیل کی جائے، حیاء دین اسلام کا طرہ امتیاز ہے،یہی وجہ ہے کہ حیاء اور ایمان کو لازم وملزوم قرار دیا گیا، ایک حدیث میں فرمایا گیا: الحیاء ھو الایمان حیاء ہی ایمان ہے، دوسری جگہ حیاء کو ایمان کا اہم ترین شعبہ قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا: والحیاء شعبۃ من الایمان، حیاء ایمان کا ایک اہم ترین شعبہ ہے،اسلام میں خواتین کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ غیروں کے سامنے بن سنور کر نہ نکلیں، جو خاتون بن سنور کر بے پردگی کے ساتھ باہر نکلتی ہے تو فرمان رسول کے مطابق اسے شیطان اچک لیتا ہے، ایسی خواتین کو حبائل الشیطان کہا گیا ہے،حتی کہ خواتین کو اس کا بھی پابند کیا گیا کہ وہ اس طرح چلیں کہ ان کے پازیب کی جھنکار غیر مردوں کو سنائی نہ دے، اپنے شوہروں کے لیے بننا سنورنا نہ صرف درست بلکہ مستحسن قرار دیا گیا،اس کے برخلاف غیر مردوں کے لیے اپنے حسن کے اظہار کو سختی سے منع کیا گیا، جو عورتیں اپنے حسن و جمال کے ذریعے غیروں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں ان کے لیے وعید سنائی گئی کہ وہ کل قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گی،اسلام عورت کو ایک ایسے قیمتی ہیرے کی حیثیت دیتا ہے،جس کی حفاظت میں کی جانے والی معمولی کوتاہی بھی اس کے ضیاع کا سبب بنتی ہے،اور دنیا کا اصول بھی ہے کہ جو جتنا قیمتی ہوتا ہے اسے اتنے پردوں اور حفاظتی بندوبست میں رکھا جاتا ہے،انسانی تخلیق میں قدرت نے بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا ہے، ہمارے جسم میں جو جتنا قیمتی عضو ہے اسے اسی قدر محفوظ ومحصور کیا گیا ہے، دماغ کتنا اہم عضو ہے،اسے اللہ تعالی نے چاروں طرف سے ہڈیوں کے مضبوط حصار میں میں محفوظ کر دیا ہے، پھلوں میں بھی خدا کا یہی نظام کارفرما ہے،جس کا جتنا قیمتی مغز ہوتا ہے اس کا چھلکا اتنا ہی طاقتور اور سخت ہوتا ہے۔

ایک طرف عفت و پاک دامنی اور شرم وحیاء کا پاسدار ایمانی اور ربانی نظام ہے، جو قدم قدم پر ناموس نسواں کی حفاظت اور خواتین کے شرف و وقار کو تحفظ عطاء کرتا ہے دوسری طرف موجودہ دنیا میں رائج مغربی نظام زندگی ہے جو دراصل شیطانی اور ابلیسی نظام ہے، اس نظام کی بنیادی خصوصیت بے حیائی اور فحاشی ہے،آج دنیا بھر میں جس قدر بے حیائی کا ننگا ناچ دیکھا جارہا ہے وہ اسی نظام کی دین ہے،

مغربی طاقتیں جو دراصل ابلیس کی نمائندہ ہیں اپنے اس حیاء باختہ نظام کو دنیا بھر میں عام کرنے کے لیے روز اول سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں، کسی زمانے میں مشرق مغربی لعنتوں سے پاک تھا لیکن اب دیکھتے دیکھتے مغرب کی ہر وہ لعنت مشرقی ملکوں میں جڑ پکڑتی جا رہی ہے جس سے شرم و حیا سر پیٹنے لگتے ہیں، ابلیس کا اولین مقصد انسانی معاشروں سے شرم و حیا کا خاتمہ کر کے ان میں برہنگی اور عریانیت کو عام کرنا ہے، ابلیس انسانوں کا ازلی دشمن ہے، اولین انسان حضرت آدم اور اولین خاتون حضرت حواء علیہم السلام کو ابلیس نے غلط باور کرا کر ان سے ایسی حرکت سرزد کروائی جس سے ان کا لباس اتر گیا، قرآن مجید میں اس واقعے کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، ابلیس اللہ تعالی سے مہلت لے کر آیا ہے کہ وہ انسانوں کو دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے ہر طرح سے گمراہ کرے گا، بے لباسی کا فتنہ دراصل ابلیسی فتنہ ہے، چنانچہ آج دنیا بھر میں ابلیسی طاقتیں زیادہ سے زیادہ مرد و خواتین میں بے لباسی کو عام کرنے پر تلی ہوئی ہیں، 14 فروری کو منائے جانے والے یوم عاشقاں ہو یا نئے سال کے موقع پر برپا کیا جانے والا طوفان بدتمیزی، ایک ایک کر کے ساری مغربی غلاظتیں عالم اسلام اور مشرقی ملکوں میں جڑ پکڑتی جا رہی ہیں، مغرب کی انہی لعنتوں میں سے ایک لعنت مقابلہ حسن ہے، جسے بے حیائی کو فروغ دینے کے لیے خوب استعمال کیا جا رہا ہے، حسن کا مقابلہ بس ایک عنوان ہے اس کے پس پردہ اصل مقصد نسوانیت کی نیلامی اور ناموس زن کو مٹی میں ملانا ہے، اس مقابلے کے لیے دنیا بھر سے حسینائیں بلائی جاتی ہیں، پھر ان کے حسن کا خوب چرچا کیا جاتا ہے، ان کے حسن کو ناپا اور تولا جاتا ہے، بظاہر یہ ایک اعزاز معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ خواتین کی عزت و ناموس کی نیلامی ہے، اس مرتبہ اس عالمی مقابلہ حسن کے انعقاد کے لیے ہندوستان اور اس کا تہذیبی شہر حیدرآباد کو منتخب کیا گیا ہے، آنے والے 31 مئی کو یہ شرمناک اور فحاشی و بے حیائی کو فروغ دینے والا مقابلہ ہمارے شہر میں منعقد ہونے جا رہا ہے، حیدرآباد شہر شروع سے مذہب پسند اور اخلاق و شائستگی کا پاسدار رہا ہے، دکن کی تہذیب کی اپنی خصوصیت رہی ہے یہاں ہمیشہ مذہبی روایات اور تہذیبی اقدار کا پاس و لحاظ کیا گیا ہے لیکن افسوس اب حیدرآباد جیسا تاریخی شہر حسن کے عالمی میلے کی میزبانی کرنے جا رہا ہے اور اپنی تہذیبی شناخت کو داو پر لگا رہا ہے، کچھ حلقوں کی جانب سے اسے فخریہ طور پر اس طرح پیش کیا جا رہا ہے گویا اس سے اس شہر کی عظمت میں اضافہ ہوگا، یہ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ تشویش اور فکرمندی کا موقع ہے کہ اس قسم کا مقابلہ کر کے اس شہر کی بچی کچی عزت پر بٹہ لگایا جا رہا ہے، مس ورلڈ 2025 کا حیدرآباد میں انعقاد دراصل ہماری اقدار ہماری، تہذیب اور ہماری ثقافت پر ایک فکری حملہ ہے، 109 ممالک کی حسینائیں اپنا جلوہ دکھا کر اس شہر کی روایات و اقدار کی مٹی پلید کریں گی، یہ ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے، اس قسم کی بے حیاء کی تقریبات نوجوان نسل کے ذہن کو نہ صرف آلودہ کریں گی بلکہ ان کے دل و دماغ میں شہوت و ہوسنا کی کی آندھیاں مچلنے لگیں گی اس سے نئی نسل کے لیے ایک غلط مثال آئے گی، جب ہماری بیٹیاں دیکھیں گی کہ ایک عورت کی عزت حسن کی نیلامی میں ہے تو وہ بھی اسی راستے پر چل پڑیں گی، اس طرح وہ خود اپنے ہاتھوں سے حیاء اور وقار کی چادر کو تار تار کرنے لگیں گی۔

حافظ وقاری ولی محمد زاؔہد ہریانوی۔ بانی و جنرل سکریٹری بزمِ چراغِ ادب، حیدرآباد۔ تلنگانہ

خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وسطانوی ؒ

بانی و مہتمم جامعہ اشاعت العلوم اکّل کُوا کے سانحۂ ارتحال پر کہی گئی نظم

تاریخِ پیدائش
یکم / جون ۱۹۵۰ء

فُرقتِ غم

تاریخ وفات
۴ / مئی ۲۰۲۵ء

وہ زینتِ محراب و منبر چلے گئے
جس نے فنا کی زندگی خدمت میں دین کی
آساں نہیں ہے ہند میں تبلیغِ دیں مگر
جن کا لقب تھا خادمِ قرآن و مساجد
کالج کہیں پہ دینی مدارس و مکاتب
یوں ہو رہی ہے آج اشاعت عُلوم کی
عالم ہزاروں حافظِ قرآن جو بنے
دارالحدیث اور یہ قرآں کے مراکز
کرتے نہ بڑی بات بڑے کام تھے کئے
دشت وجبل یہاں کے جو ویران تھے پڑے
انجینئر بنے کہ کوئی ڈاکٹر بنے
چہرے پہ دیکھتے تھے عجب نور جن کے ہم
دیتے رہیں گے قوم کو شیریں ثمر وہ اب
فرزندِ ارجمند حذیفہ کو جانشیں

علم و یقیں خلوص کا پیکر چلے گئے
اے مومنو وہ عاشقِ سرورؐ چلے گئے
وہ دُشمنوں کو کرکے مُسخّر چلے گئے
بے مثل دے کے ہم کو وہ گوہر چلے گئے
کتنا حَسیں دِکھا کے وہ منظر چلے گئے
دے کر ہمیں وہ علم کا زیور چلے گئے
سینوں کو اُن کے کرکے مُنوّر چلے گئے
کیا کیا نہ جانے کرکے میسّر چلے گئے
فانی جہاں سے اب وہ قد آور چلے گئے
ان وادیوں کو کرکے مُعطّر چلے گئے
دِکھلا کے نسلِ نُو کو رہ، رہبر چلے گئے
ہنستے ہوئے ہی دائمی وہ گھر چلے گئے
اشجار لگا کر جو ثمرور چلے گئے
اپنی جگہ وہ کرکے مقرّر چلے گئے

کیا کیا گناؤ اُن کی اے زاؔہد میں خوبیاں
احسان کرکے بے بہا ہم پر چلے گئے

ریاض میں تنظیم ''اظہار'' کے زیراہتمام ممتاز اسلامک اسکالر مسٹر نعیم جاوید کے ہاتھوں کتاب ''اردو کیسے سیکھیں'' کی رونمائی

مجید عارف نظام آبادی

ریاض۔15 /مئی ...ممتاز ادیب وشاعر، ناظم مشاعرہ، ماہر اقبالیات، شخصیت ساز، اسلامک اسکالر، برصغیر کی معروف شخصیت ڈائریکٹر ہدف مسٹر نعیم جاوید کے ہاتھوں، ریاض سعودی عرب میں مسٹر محمد عبدالوحید حمیدی، حیدرآباد دکن کی کتابیں ''اردو کیسے سیکھیں'' کی رونمائی 14 مئی کی شام معروف تنظیم ''اظہار'' کے زیراہتمام صدر تنظیم پروفیسر عظمت اللہ بھٹو کی رہائش گاہ پرعمل میں آئی ہے۔اس موقع ممتاز قلمکار مجید عارف نظام آبادی نے محمد عبدالوحید حمیدی کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ وہ درس وتدریس کے مقدس پیشے سے وابستہ ہیں۔حمیدی صاحب نے بچوں کی اپج وصلاحیتوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے اردو کیسے سیکھیں'' (حصہ اول تا حصہ پنجم) کے عنوان سے ایک مکمل کورس متعارف کرایا ہے۔جون ءء نسل کو اردو سیکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔قبل ازیں علامہ اقبالؔ کے فکروفن پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔مسٹر نعیم جاوید نے کہا کہ علامہ اقبال کی شخصیت مینارنور کی مانند ہے۔جس کی کہکشاں سے نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں گی۔تشنگان علم وفن کو روحانی نشاط ملتا رہیگا۔ان کے اشعار میں بصارتوں اور بصیرتوں کے باب کھلنے لگتے ہیں۔الفاظ کی دبی چادر سے حسن معنی چھن چھن کر نکلتا ہے۔انہوں نے شاہین کو فضاء بیکراں میں غیرت وحمیت کا پیکر بنایا ہے تو جگنو کی روشنی کو مومن کے نور سے تشبیہ دی ہے۔ان کی نظموں میں زمانے سمٹ آتے ہیں۔وہ قوم کو جلیل القدر جان بازی، مہم جو، بلند خیال دیکھنا

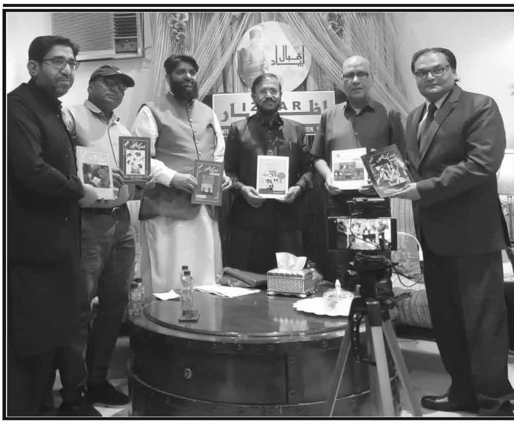

چاہتے ہیں۔ جہاں مقصدِ حیات اور رفتار حیات طئے ہوتا ہے۔ان کی سوچتی ہوئی نظمیں بولتی ہوئی شاعری دلوں میں رچ بس جاتی ہے۔ان کی شاعری میں خیال کا آہنگ، احساسِ جمال، سحر آفرینی، روحانی تنویم، تدبیر پسندی کے جوہر ملتے ہیں۔مسٹر نعیم جاوید کے اسلوب کو خوب پسند کیا گیا۔علامہ اقبال کے فکروفن پر مسرز شاہد خیالوی، منصور محبوب چودھری، ڈاکٹر راشد محمود، صدر محفل پروفیسر عظمت اللہ، پروفیسر گوہر رفیق نے بھی روشنی ڈالی۔ بعدازاں شعری نشت کا اہتمام کیا گیا۔جس میں معروف شعراء کرام مسرز منظر حمدانی، منصور محبوب چودھری، عبدالرحمان راشد عمری، نعیم جاوید نے کلام سنایا۔اس محفل میں مسرز سید زین العابدین، راحیل اعظمی کے علاوہ محبان علامہ اقبال کی کثیر تعداد شریک تھی۔ پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔پرفیسر عظمت اللہ کے شکریہ پر محفل کا اختتام عمل میں آیا۔ مذکورہ کتابیں امیزون پر بھی دستیاب ہیں۔مزید تفصیلات کیلئے مصنف سے موبائل فون نمبر +9179896 28853 پر ربط کرسکتے ہیں۔

حیدرآباد میں اردو صحافت، ادب اور تاریخ کا خوبصورت امتزاج

ای جرنل ''تاریخ دکن'' کی رونمائی اور مشاعرہ نے حیدرآبادی محفل کو زندہ کردیا

ڈاکٹر سید حبیب امام قادری۔حیدرآباد

رپورٹ ڈاکٹر مختار احمد فردین سینئر صحافی: اردو ادب کو نئی نسل سے جوڑنے، اور اردو صحافت و تحقیق کے فروغ کے مقصد سے ڈیسنٹ ایجوکیشن سوسائٹی، حیدرآباد کے زیر اہتمام ایک شاندار ادبی اجلاس اور مشاعرہ کا انعقاد اردو گھر، مغل پورہ میں عمل میں آیا۔ اس اجلاس کا مرکزی موضوع ''ریاستِ حیدرآباد میں اردو صحافت کا سنہرا دور'' تھا، جس میں مختلف دانشوروں، اساتذہ، صحافیوں اور شعراء نے شرکت کی۔ صدارتی خطاب میں ممتاز قانون داں ایڈوکیٹ واحد علی خان نے اردو صحافت کی تابناک روایات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اردو صحافت نے تاریخ کے نازک موڑ پر اقتدار کو چیلنج کیا اور اپنے زورِ قلم سے کرسیوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

انہوں نے جرنل ''تاریخ دکن'' کی اشاعت کو ایک انقلابی قدم قرار دیتے ہوئے مدیرِ جرنل اور پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کی۔ ایڈوکیٹ واحد علی خان نے بتایا کہ ''تاریخ دکن'' کے چھ ماہ سے جاری پرنٹ و الیکٹرانک اشاعت کا سلسلہ اردو زبان میں علمی معیار کی بحالی کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسی علمی کاوشیں اردو کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں کلیدی کردار ادا کریں گی۔ پروفیسر ڈاکٹر اسلام الدین مجاہد نے اپنے خطاب میں کہا کہ جرنل ''تاریخ دکن'' اردو تحقیق و تدوین کے میدان میں ایک نیا باب رقم کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس سلسلے کو باقاعدگی سے جاری رکھا جائے تو یہ رسالہ مورخین اور ریسرچ اسکالرس کے لیے ایک مضبوط اور قابلِ بھروسا پلیٹ فارم بن سکتا ہے۔ اردو میں تحقیقی جرنلز کی شدید قلت کے پیشِ نظر اس اقدام کو سراہا جانا چاہیے۔

مہمانِ اعزازی ڈاکٹر مختار احمد فردین، صدر آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس نے جرنل ''تاریخ دکن'' کے دوسرے ایڈیشن کی رسمِ اجرائی کے متعلق بتایا کہ یہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر، پدم شری پروفیسر سید عین الحسن کے ہاتھوں نیشنل سیمینار میں انجام پائی۔ انہوں نے یاد دلایا کہ یہ

ایڈیشن اس قدر بروقت اور جامع تھا کہ خود وائس چانسلر نے حیرت کا اظہار کیا کہ تقرری کے صرف دو دن بعد ہی اُن کی تصویر کے ساتھ ایک معیاری مضمون بھی شائع ہو چکا ہے۔ڈاکٹر آصف علی، ہیڈ، ٹی وی چینل روبی نیوز نے اردو صحافت میں ''تاریخ دکن'' کے کردار کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اردو میں تحقیقی صحافت کو فروغ دینا وقت کی ضرورت ہے، اور یہ جرنل یقیناً ایک صحت مند اور مستند تاریخ رقم کرے گا۔حافظ ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی، ایڈیٹر صدائے شبلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج کے دور میں کسی رسالے یا اخبار کو نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ حکومت کی جانب سے دستیاب کئی اسکیموں سے اردو کے مدیران واقف نہیں، جس کے باعث وسائل کی کمی اس شعبے کو متاثر کر رہی ہے۔سینئر صحافی عبدالحامد منان نے ڈیسینٹ ایجوکیشن سوسائٹی اور ''تاریخ دکن'' جرنل کے منتظمین کو مبارکباد دی اور اس کاوش کو اردو صحافت کے لیے حوصلہ افزا قدم قرار دیا۔اس موقع پر مدیر جرنل ''تاریخ دکن'' ڈاکٹر سید حبیب امام قادری نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ جرنل کے پرنٹ اور الیکٹرانک ایڈیشن کے ذریعے حیدرآباد دکن کے ادباء وشعراء کی علمی، ادبی اور تہذیبی خدمات کو محفوظ کیا جائے گا۔ان کا کہنا تھا کہ ہمارا مقصد صرف ماضی کی عظمت کو اجاگر کرنا ہی نہیں، بلکہ جدید دور کے تقاضوں کو بھی اپنانا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہم ایک ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں مصنوعی ذہانت (AI) جیسے جدید ذرائع دنیا کو تیز رفتاری سے بدل رہے ہیں۔

ایسے میں اردو سے وابستہ افراد کو بھی وقت کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی اشد ضرورت ہے۔'' اس باوقار موقع پر دیگر ممتاز شخصیات بھی شریک رہیں، جن میں ڈاکٹر مشتاق احمد اسوسی ایٹ پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی، پروفی ڈاکٹر علی باز ہرھُما، ایڈیٹر تلنگانہ میگزین، صاحبزادہ سید مبارک اللہ برکت، ڈاکٹر نجمہ سلطانہ (ایڈیٹوریل بورڈ ممبر)، محمد ہارون عثمان (ایسوسی ایٹ ایڈیٹر)، پرویز احمد، سید فیروز علی، نصراللہ (سینئر صحافی)، سلیم الہامی اور جناب سید رضی الدین قادری شامل تھے۔

اجلاس کے اختتام پر اسی جرنل ''تاریخ دکن'' کی رسم رونمائی ایڈوکیٹ واحد علی خان اور دیگر مہمانانِ گرامی کے ہاتھوں انجام پائی، جسے شرکائے اجلاس نے دل کھول کر سراہا اور اردو صحافت میں ایک تاریخی اضافہ قرار دیا۔بعدازاں شعری رنگوں سے سجی محفل، استادِ سخن جناب شاہد عدیلی کی صدارت میں ایک خوبصورت مشاعرہ منعقد ہوا جس نے محفل کو روحانی اور ادبی رنگوں سے مزین کر دیا۔

اس مشاعرے میں صاحبزادہ مجتبیٰ فہیم، ڈاکٹر تبریز حسین تاجؔ، ڈاکٹر ممتاز سلطانہ، جہانگیر قیاس جیسے معتبر شعراء نے اپنا کلام سنایا۔مشاعرے کی نظامت دکن کے ممتاز ناظم مشاعرہ سید سہیل عظیم نے انجام دی، جن کی پر اثر آواز اور سلیقہ مندانہ اندازِ نظامت نے محفل میں جان ڈال دی۔شاہد عدیلی کی طنز و مزاح سے بھرپور شاعری کو کئی بار سنا گیا اور حاضرین نے بھرپور داد دی۔

آخر میں ایڈوکیٹ واحد علی خان نے تمام معزز مہمانوں، شرکاء، شعراء، صحافیوں اور سامعین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے یہ سفر مسلسل جاری رہے گا۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

اسلم فرشوری کو صدیوں یاد رکھا جائے گا

جلسہ اسلم فرشوری: کچھ یادیں کچھ باتیں سے مقررین کا تاثر

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام اسلم فرشوری کچھ یادیں کچھ باتیں 3 مئی 2025ء بروز ہفتہ بمقام نہرو آڈیٹوریم مدینہ ایجوکیشن سوسائٹی نامپلی حیدرآباد میں منعقد ہوا، جلسہ کے کنوینر ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی نے جلسہ کی شروعات میں اسلم فرشوری کی ادبی وشعری خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا اور باقاعدہ طور پر جلسہ کی شروعات حافظ وقاری محمد وقار حسامی کی تلاوت سے ہوا۔ بعدہٗ بصیر خالد نے حضور کرم ﷺ کی شان اقدس میں نعت کا نذرانہ پیش کیا، مقررین میں مولانا زعیم الدین حسامی، ڈاکٹر عبد القدوس، مولانا صوفی خیر الدین صوفی، میر ہادی علی، قاری صدیق حسین، ڈاکٹر عابد معز، سہاس بھٹاگر، رفیعہ نوشین، شبینہ فرشوری، ڈاکٹر مختار احمد فردین، سید عظمت اللہ بیابانی، ڈاکٹر سمیہ تمکین، ڈاکٹر غوثیہ بانو، پروفیسر افتخار احمد، محسن خان، سیدہ نصرت جہاں کے فرزند، فاضل حسین پرویز، طارق انصاری، پروفیسر مسعود احمد نے اسلم فرشوری کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی، بالا تما مقررین کا احساس یہ رہا ہے کہ اسلم فرشوری نے ریڈیو، ٹیلی ویژن پر اپنے خوب جوہر دکھائے، ان کا نعتیہ کلام خوب ہے جس میں محبت وعشق پنہا ہے۔ ناظم مشاعرہ کی حیثیت سے اسلم فرشوری کا ایک الگ انداز رہا ہے، اس وجہ سے اسلم فرشوری پسِ مرگ زندہ ہیں اور انھیں صدیوں تک یاد رکھا جائے۔ اسلم فرشوری کے لائق فرزند فراز فرشوری اور ان کی بیٹی نے جب اسلم فرشوری کی نعت کو سنایا تو مجمع میں سبھی کو یہ احساس ہوا کہ اسلم فرشوری نے صرف ادبی وشعری خدمات ہی کو نہیں چھوڑا بلکہ انہوں نے اپنے بعد کی نسلوں کو بھی تیار کر دیا ہے۔

ظہور ظہیر آبادی، ڈاکٹر طیب پاشا قادری، سید سمیع اللہ سمیع، عالمگیر رضوی، زاہد ہریانوی نے منظوم تاثرات، قطعہ، قطعہ تاریخ پیش کیا، پروگرام کے آخر میں مذکورہ تمام بالا لوگوں نے اسلم فرشوری پر خصوصی شمارہ ماہنامہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد کی رونمائی کی۔ رفیعہ نوشین، سیدہ نصرت جہاں، ظہور ظہیر آبادی، محسن خان، زاہد ہریانوی، پروفیسر مسعود احمد، شبینہ فرشوری، فراز فرشوری، سید عظمت اللہ بیابانی، ڈاکٹر غوثیہ بانو، ڈاکٹر سمیہ تمکین، پروفیسر افتخار شریف، ڈاکٹر عبد القدوس، مولانا زعیم الدین، فاضل حسین پرویز یادا سلم فرشوری، فرشوری ایوارڈ سے نوازا گیا۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کی جانب اور فرشوری خاندان کی جانب سے تمام خواتین وحضرات میڈیا جس میں بیشتر اہل علم ودانش، شعراء وادباء تھے ٹرسٹ کے چیئرمین ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی نے شکریہ ادا کیا۔

مولانا محمد عثمان ساحرؔ مردُم شناس رجال ساز تھے

شعروادب کا فکر محبت رسولؐ میں سرشار تھا

جلسہ ایک شام مولانا محمد عثمان ساحرؔ کے نام سے

مفتی صادق مبارکپوری

مولانا شکر اللہ اکیڈمی مبارک پور اعظم گڑھ، شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کے زیر اہتمام جلسہ ایک شام مولانا محمد عثمان ساحرؔ مبارکپوری کے نام 16 مئی 2025ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب رائلس پیلس مبارک پور، اعظم گڑھ میں منعقد ہوا۔ آغاز حافظ ارفق عبداللہ کی تلاوت سے ہوا، بعدہٗ ابوزہید مبارکپوری نے عثمان ساحر کی نعت پڑھ کر مجلس پر رقت طاری کردی، جلسہ کے ناظم مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی چیئرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد نے مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کے شعروادب کا جائزہ پیش کیا اوران کی شاعری کو لفظی، معنوی اورفکری پہلوؤں پر کہ جو محبت رسول اور حالات حاضرہ پر ہے انھیں انمٹ قرار دیا، خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے مولانا شکر اللہ اکیڈمی مبارک پور کے سکریٹری مفتی محمد صادق مبارک پوری نے کہا علم وفضل کا یہ مجسم وجود سیل رواں کی طرح شعروادب، درس وتدریس، تحقیق وتدقیق کی مختلف وادیوں میں پوری آب وتاب کے ساتھ سینوں اور دلوں کی سیرابی میں پوری حیات مصروف عمل رہا۔ صدارتی خطاب حضرت مولانا توفیق احمد صاحب قاسمی ناظم اعلیٰ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور کے جانشین حضرت مولانا محمد اسعد صاحب قاسمی ناظم جامعہ حسینیہ لال دروزاہ جون پور نے جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مولانا محمد عثمان ساحرؒ کے نام سے جو آج ہم ایک شام منا رہے ہیں، منتظمین مبارک بادی کے مستحق ہیں، کیوں کہ مولانا محمد عثمان ساحرؒ کی حیات وفن یکتائے روزگار تھی، ان سے جنہوں نے بھی استفادہ کیا ہے وہ آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، مولانا ضیاء الحق خیرآبادی عرف حاجی بابو اپنے تاثراتی تقریر میں کہتے ہیں کہ مولانا عثمان ساحرؒ کی نظمیں لہو کو گرماتی ہیں، انہوں نے خلوص اور سادگی سے علم وادب کی خدمت کی ہے، اس مجموعہ کلام ساحر سے پڑھ

کر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا مفتی محمد یاسر صاحب قاسمی ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مبارک پور نے ایک سے ایک علماء نابغۂ روزگار کو جنم دیا ہے، انھیں میں ایک اہم نام مولانا عثمان ساحر مبارک پوری کا ہے، مجموعہ کلام ساحر مبارک پوری کے مرتبین مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، مولانا ضیاء الحق خیرآبادی عرف حاجی بابو میرے اوراہل مبارک پور کی طرف سے ہدیہ تبریک وشکریہ کے مستحق ہیں، ہمیں ماضی کے علماء کو یاد کرتے ہوئے موجودہ علماء کرام کی قدر کرنی چاہیے۔

حضرت مولانا محمد آصف صاحب قاسمی استاذ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کو ہم نے اپنے بچپنے میں دیکھا، ان کا طریقۂ تربیت طالب علموں سے بہت دردمندانہ ہوا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، آمین۔ حضرت مولانا حافظ عبد الحی صاحب مفتاحی ناظم اعلیٰ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد مئو نے اپنے دیرینہ تعلقات وتجربات، مشاہدات کو بیان کیا اور مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کی حیات وشخصیت کو دردمند اور فکرمند قرار دیا، حافظ صاحب ہی کی دعا پر ایک شام مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کے نام کے جلسہ کا اختتام ہوا۔

اخیر میں مجموعہ کلام ساحر مبارک پوری کی رسم رونمائی شہ نشیں پر تشریف فرما علماء کرام اور دانشوران کے ہاتھوں انجام فرمائی، مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی نے تمام حاضرین، سامعین، مہمان علماء کرام اور مولانا شکر اللہ اکیڈمی کے تمام ممبران وذمہ داران کا شکریہ ادا کیا۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، حیدرآباد

SHIBLI INTERNATIONAL
EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST

SIECT

Regd. No.
180/2016

مدرسہ و مسجد کے تعاون کی اپیل

حدیث نبوی ﷺ ہے خَیْرُکُم مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرآن وَعَلَّمَہ ۔تم میں بہترین انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔اس حدیث سے علم اور قرآن علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی علم کی نشر واشاعت کے لئے **مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم** ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ءکو قائم کیا گیا تاکہ امت مسلمہ کے نونہالان زیور علم سے آراستہ ہوں اور ملک وملت کی خدمت میں وقف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔آمین یارب العلمین۔

مدرسہ ہذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہوتی ہے۔

الحمدللہ مدرسہ میں تعمیری کام بھی جاری ہے،اس وجہ سے اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ مدرسہ کا نقد یا اشیاء کے ذریعہ تعاون فرماکر یا کسی طالب علم کی کفالت لیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

مسجد اِلٰھی

زیر انتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام جاری ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مخیرّہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہذا کو مسجد کے لئے وقف کیا ہے، اللہ تعالیٰ مخیرّہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔ مسجدِ الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادئ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی وغیر اقامتی) ادارہ ہے، جو شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر انتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔مدرسہ ہذا اور بستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہذا کے تعمیری کام میں نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کرکے حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جزاک اللہ خیرًا احسن الجزاء۔

Bank Name : IDBI **A/c Number :** 1327104000065876

A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST

IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar

G Pay & Phone Pay : 8317692718, WhatsApp: 9392533661

العارض: حافظ وقاری مفتی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی وناظم مدرسہ ہذا چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

May 2025 مئی

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216

Rs. 50/-

S.No.: 22-1-114, Jambagh, Kali Khabar Main Road, Dar-ul-shifa, Hyderabad - 500 024, TS
Off.: 5-3-989, 104, First Floor, Sherza Estates, N.S. Road, M.J. Market, Hyderabad - 500 095
email: kgnteasales@gmail.com

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com